9

مذہبی اجتماعیت اور اقلیتوں کے حقوق

مذہبی اجتماعیت کے انتظامی اجسام

1. تنوع کے ساتھ پُرجوش مشغولیت

2. مذہبی رسومات کی سمجھ بوجھ

3۔ وعدوں کا سامنا

4۔ بین المذاہب مکالمہ۔ رواداری کا مطلب ظلم وستم کی عدم موجودگی ہے۔

خدا کی جانب مختلف راستے

اُس خدا کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے۔(70:3)

قرآن کی تعلیمات مذہبی کثرتیت کی تائید کرتی ہیں، جیسا کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے بہت سارے راستے ہیں۔ یہاں استعمال شدہ بکثرت استعمال ہونے والے "طریقے "سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر زور دیا جائے کہ بہت سارے راستے خدا کی پہچان کا باعث ہیں۔ وہ "ترقی کے بہت سارے طریقوں "میں سے ایک متناسب جملہ ہے جس کا مطلب ہے کہ بہت سارے راستے ہیں جن کے ذریعہ انسان خدا کے وجود کا ادراک کر سکتا ہے اور اس طرح اس سے روحانی قربت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک انسان پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف جانے والے راستوں میں سے کسی سے فائدہ اٹھائے۔ قرآنی پیغام کی یہ انفرادیت بنیادی عقائد کے تمام صحابہ کو خدا کے فضل سے حاصل کرنے سے باز نہیں رکھتی۔ خدا کی مخالفت میں آزاد مرضی کے استعمال کا تصور حتمی فیصلے کے پورے تصور کی ایک لازمی کلید ہے۔ ایک مہذب انسان نجات نہیں حاصل کر سکتا اگر وہ مسلمان نہیں ہے اور اس نے کسی بھی قانون کی تعمیل نہیں کی، جیسے روزانہ کی نماز، رمضان، غذائی پابندی، اور اس طرح کے۔ قرآن اکثر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جو

لوگ ایک ہی خدا اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور نیک زندگی گذارتے ہیں انہیں" خوف کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ "قیامت کا عقیدہ انفرادی اخلاقی ذمہ داری کی نمائندگی کرتا ہے۔

مذہبی قوانین اور طرز زندگی کی تنوع

اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی کہ تم میں کوئی اختلاف نہ ہو تو وہ تم سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا، مگر وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے، اور ضرور تم سے تمہارے اعمال کی باز پُرس ہو کر رہے گی۔ 16:93

پھر اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اُس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔ لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے مُنّہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل مقرر کی۔ اگرچہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اُس نے یہ اِس لیے کیا کہ جو کچھ اُس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دُوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔(5:48)

یہ تمہاری امّت حقیقت میں ایک ہی امّت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری عبادت کرو۔(21:92)

اور یہ تمہاری اُمّت ایک ہی اُمّت ہے اور میں تمہارا ربّ ہوں، پس مجھی سے ڈرو۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اُسی میں وہ مگن ہے(23:52)۔

خدا یقیناً آپ سب کو ایک ہی برادری کو باہمی اتفاق رائے سے اخلاقی اقدار کا پابند بنا سکتا تھا، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ اگر خدا چاہتا تو ہر انسان راستباز زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا، لیکن اس سے انسان کو اس کی آزاد مرضی اور اخلاقیات کو اس کے تمام معنی سے محروم کرنا ہوگا۔ "آپ میں سے ہر ایک "کا اظہار ان مختلف برادریوں کی نشاندہی کرتا ہے جن میں انسانیت تشکیل دی گئی ہے۔

قرآن کے مطابق، بنیادی، غیر متزلزل روحانی سچائیاں خدا کے رسولوں میں سے ہر ایک نے تبلیغ کی ہیں۔ خدا کے نبیوں کے ذریعہ نافذ کردہ قوانین کا خاص ادارہ، اور ان کے ذریعہ تجویز کردہ طرز زندگی، اس وقت کی مایوسیوں اور ہر معاشرے کی ثقافتی نشوونما کے ساتھ مختلف تھا۔ قرآن مجید میں اس "تنوع میں اتحاد "پر زور دیا جاتا ہے۔ آپ پر عائد کردہ مختلف مذہبی قوانین کو خود کو خدا کے حوالے کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کے لئے اور آپ کو روحانی اور معاشرتی طور پر ترقی کرنے کے قابل بنانے کے لئے آپ کی رضامندی کی جانچ کرنے کے لئے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ قرآن مجید ان تمام لوگوں پر تاثر دیتا ہے جو خدا، مسلمانوں اور غیر مسلموں پر یکساں طور پر یقین رکھتے ہیں، ان کے مذہبی طریقوں میں پائے جانے والے اختلافات کو

باہمی دشمنی میں کھونے کے بجائے انہیں" اچھے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا "چاہئے۔ آخر میں، خدا آپ کو سمجھادے گا جس میں آپ اختلاف کرتے تھے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ معاہدہ

دوسروں کی عبادت گاہوں کی حفاظت

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اِس قصُور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا ربّ اللہ ہے۔ "اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مِسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔(22:40)

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کے معبدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں۔ ان کے لیے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم۔(2:114)

اسلام کی ابتدائی تاریخ جو عالم اسلام میں مذہبی مساوات کی کچھ عمدہ مثالوں کا انکشاف کرتی ہے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر مذہب جو خدا کو اپنا مرکزی نقطہ سمجھتا ہے اس کا مکمل احترام کیا جانا چاہئے، البتہ اس کے خاص اصولوں سے کوئی متفق نہیں بھی ہو سکتا۔ مسلمان خدا کے لئے وقف کردہ کسی بھی عبادت گھر کا احترام اور حفاظت کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، خواہ وہ مسجد ہو، چرچ ہو یا عبادت خانہ۔ قرآن ایک دوسرے عقیدے کو خدا کی عبادت کو مذہبی عقیدے سے روکنے کی کسی بھی کوشش کی مذمت کرتا ہے۔

گرجا گھروں کی حفاظت کے قرآنی احکامات کی بنیاد پر، نبی ﷺ نے سینٹ کیتھرین خانقاہ کے راہبوں اور عام طور پر عیسائیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس نے آخری وقت تک مذہبی آزادی اور تحفظ کی پیش کش کی۔

سینٹ کیتھرین کی خانقاہ

سینا کے پہاڑ پر سینٹ کیتھرین کی خانقاہ ہے، جسے اب تک کی قدیم ترین عیسائی خانقاہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو ابھی بھی اس کے ابتدائی کام کے لئے استعمال میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰؑ کو اس پہاڑ پر قانون کی تختیاں دی گئیں۔ خانقاہ سینٹ کیتھرین اسکندریہ کے لئے وقف کی گئی تھی، جو سن 307 ء میں شہید ہو گئی تھی۔ رومن شہنشاہ نے سینٹ کیتھرین کو عیسائیت ترک کرنے سے انکار پر سینٹ کیتھرین کو سخت مار پیٹ کرنے اور رولنگ اسپیک پہیے سے باندھنے کا حکم دیا تھا۔ جب وہ آزمائش سے بچ گئیں، شہنشاہ نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔

سن 626 میں جب سینٹ کیتھرین خانقاہ کے ایک وفد نے مدینہ کا دورہ کیا تو، پیغمبر ﷺ نے راہبوں کو عیسائیوں اور دیگر غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ذاتی طور پر ایک چارٹر دیا۔ خط میں، نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ بتایا کہ عیسائیوں کو مذہب کی آزادی کا حق ہے۔ نبی

اکرم ﷺ کے ہاتھ کے نقوش کے ساتھ اس خط کی کاپی خانقاہ میں موجود لائبریری میں ابھی بھی محفوظ ہے۔ مندرجہ ذیل اس اہم دستاویز کا خلاصہ ہے، جس کا ترجمہ انتون ایف ہدادنے کیاہے۔

عیسائیوں کے لئے آزادی مذہب کی ضمانت ہے

یہ وہ خط ہے جو محمد ابن عبد اللہ، رسول، پیغمبر ﷺ، مؤمن نے جاری کیا، جو تمام لوگوں کو خدا کی طرف سے اپنی تمام مخلوقات پر بھروسہ پیغام عام کرنے کے لئے بھیجا گیاہے کہ ان کی خدا کے خلاف کوئی شکایت باقی نہ رہے .بے شک خدا غالب حکمت والا ہے۔ یہ خط مشرق و مغرب میں، عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ، دور اور قریب، عربوں اور عجمیوں میں، جانے پہچان اور نامعلوم افراد کے عہد نامے کے طور پر، اسلام قبول کرنے والوں کے لئے ہدایت کی گئی ہے۔

مسلمان جو اس عہد کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ کافر ہیں

یہ خط اُن کو دیئے گئے حلف پر مشتمل ہے، اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اس کو کافر اور فاسق قرار دیا جائے گا جس کا اسے حکم دیا گیاہے۔ اسے ایک ایسا شخص سمجھا جائے گا جس نے خدا کی قسم کو توڑا، عہد نامہ کو جھٹلایا، اس کے اختیار کو مسترد کیا، اس کے مذہب کو حقیر سمجھا، اور اپنے آپ کو اس لعنت کا مستحق بنادیا، چاہے وہ سلطان ہو یا کوئی اور اسلام کا ماننے والا۔

مسلمان عیسائیوں کی حفاظت کریں گے

جب بھی عیسائی راہب، عقیدت مند، اور حجاج اکٹھے ہو جاتے ہیں، خواہ وہ پہاڑ یا وادی، ماند، یا کثرت سے کسی جگہ پر ہوں، یا سادہ، یا چرچ، یا عبادت گھروں میں، یقیناً ہم ان کے پیچھے ہیں اور ان کی جائیدادیں، ان کے اموال وغیرہ کی خود، اپنے دوستوں اور معاونین کے ذریعے حفاظت کریں گے، کیوں کہ وہ میرے شہری ہیں اور میرے تحفظ میں ہیں۔ کسی کو بھی ان مسیحیوں کو لوٹنے، یا ان کے گرجاگھروں، یا عبادت خانوں میں سے کسی کو توڑنے یا خراب کرنے یا ان گھروں میں موجود کوئی چیز لے جانے اور اسے اسلام کے ایوانوں تک پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس سے لے جائے گا وہی ہو گا جس نے خدا کی قسم کو فاسد کر دیا ہے اور سچ میں اس نے اپنے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ ان پر کسی کو سفر کرنے، یا جنگوں میں جانے یا اسلحہ اٹھانے پر مجبور کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں کو ان کے لئے لڑنا ہو گا۔ انہیں ہتھیار یا پتھر لے جانے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہئے، لیکن مسلمانوں کو ان کی حفاظت کرنا چاہئے اور دوسروں کے خلاف ان کا دفاع کرنا چاہئے۔

عیسائیوں کے لئے آزاد عدلیہ

ان کے ججوں کو تبدیل نہیں کیا جانا چاہئے اور نہ ہی انکے دفتروں کے کام میں رکاوٹ ڈالنی چاہئے۔ کسی کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ انکے معاملات میں مداخلت کرے یا ان کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔

راہبوں کے لئے امن اور سکون

راہبوں کو ان کے مذہبی نظام کو استعمال کرنے میں پریشان نہیں کیا جانا چاہئے، یا خلوت کے لوگوں کو اپنے خلیوں میں رہنے سے روکنا چاہئے۔ میں ان کو اس چیز سے مستثنیٰ کروں گا جو ان کو پریشان کرے۔ ان بوجھوں کا جو دوسروں کے ذریعہ بیعت کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔

ٹیکس سے چھوٹ

ان سے ان کی اپنی آمدنی میں سے کچھ جزیہ لینا چاہئے -انہیں ناراض، پریشان، یا زبردستی یا مجبور نہیں کرنا چاہئے مگر ان سے جزیہ لینا لازمی ہے۔ جزیہ صرف ان افراد پر عائد کیا جاتا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں۔ غیر مقاتل افراد مثلاً بچے، بوڑھے، عورتیں معذور لوگ، صوفی اور گوشہ نشین قسم کے حضرات اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ جزیہ ادا کرنے کے بعد یہ لوگ دفاعی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور رسول اللہ نے ایسے لوگوں (جنہیں عرف عام میں اہل الذمہ یا ذمی کہتے ہیں) کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ جزیہ ان لوگوں کی مالی حالت کا لحاظ رکھ کر عائد کیا جاتا ہے چنانچہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ "میں نے مجاہد سے پوچھا کہ شام کے کافروں سے تو سالانہ چار دینار لیے جاتے ہیں اور یمن کے کافروں سے صرف ایک دینار لیا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے ؟انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔ " جزیہ کی وصولی میں انتہائی نرمی اختیار کی جاتی تھی اور سیدنا عمر کو اس سلسلہ میں دو باتوں کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ ایک یہ کہ جزیہ کی شرح ایسی ہو جسے لوگ آسانی سے ادا کر سکیں۔ جائداد کے مالک، دولت مند اور بیوپاریوں کے بارے میں، ان سے لینے والا پول ٹیکس ہر سال (تقریبا 200 امریکی ڈالر) ہر سال میں بارہ ڈرچاس سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

عیسائیوں کے لئے احترام اور پسندیدہ درجہ

ان سے کوئی جھگڑا یا بحث نہ کریں بلکہ قرآن مجید میں درج آیت کے مطابق معاملہ کریں، تاکہ یہ معلوم ہو کہ " :اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اُس (دلیل) سے جو بہترین ہو(29:46) "۔اس طرح وہ ان تمام ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ رہیں گے جو ان کو بلانے والوں کے ذریعہ مذہب[اسلام]سے ناراض کر سکتی ہیں، وہ چاہے جہاں کہیں بھی ہوں اور جیسے بھی رہ رہے ہوں۔

عیسائی خواتین کے لئے مذہب کی آزادی

اگر کسی مسیحی عورت کا نکاح کسی مسلمان سے کرنا ہے تو، اس کی شادی اس کی رضامندی کے سوا نہیں ہونی چاہئے، اور اسے نماز کے لئے اپنے چرچ جانے سے روکنا نہیں چاہئے۔ ان کے گرجاگھروں کو اعزاز بخشا جانا چاہئے، اور انہیں گرجاگھر بنانے یا کنونٹ کی مرمت سے نہیں روکنا چاہئے۔

آخری وقت تک کا معاہدہ

بے شک میں ان کا معاہدہ، جہاں کہیں بھی ہو، سمندر یا زمین پر، مشرق یا مغرب میں، شمال یا جنوب میں ہوں، قائم رکھوں گا، کیونکہ وہ میری حفاظت اور میری حفاظت کے وعدے کے تحت ہیں، اسلام کے صحابہ میں سے ہر ایک پر یہ مثبت طور پر یہ فرض ہے کہ وہ اس حلف کی قیامت اور دنیا کے اختتام تک کے لئے مخالفت اور نافرمانی نہ کرے

مصری مسلمانوں کے اپنے ساتھی مصری عیسائی شہریوں پر حملے قابل افسوس ہیں۔

نجران کے عیسائی

مذہبی مساوات کے اصول کی ایک حیرت انگیز مثال نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے سلوک میں پائی جاتی ہے۔ سن 630ء میں، نجران کے ایک مسیحی وفد نے پیغمبر کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے آزادانہ طور پر پیش کیا۔ انہیں مسجد نبوی میں بلا معاوضہ رسائی دی گئی، اور ان کی پوری رضامندی کے ساتھ، انہوں نے وہاں اپنی مذہبی رسومات منائیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ کو "خدا کا بیٹا "اور مریم کی" خدا کی ماں "کی حیثیت سے ان کا اعتقاد اسلامی عقائد کے منافی تھا، پیغمبر نے ان کو اپنی مسجد میں اپنی خدمت انجام دینے کی دعوت دیتے ہوئے مزید کہا، "یہ ایک ایسی جگہ ہے جس کو خدا سے تقویت ملی ہے۔

ایک مخصوص مقدار میں ٹیکس اور متعدد خدمات کے بدلے، نجران کے عوام کو ایک معاہدہ کیا گیا، جس کی ایک نقل ابتدائی تاریخ دانوں نے محفوظ کرلی ہے۔

وہ خدا کی حفاظت اور خدا کے رسول، محمد ﷺ کی حفاظت کے حقدار ہیں، جس میں ان کے افراد، مذہب، زمینوں اور املاک کی حفاظت شامل ہوگی۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو غیر حاضر ہیں اور ساتھ ہی جو موجود ہیں۔ ان کے اونٹ، پیغمبر اور تصاویر] چرچ کی تصاویر اور صلیب [کی حفاظت بھی شامل ہے۔ ان کی حیثیت کو تبدیل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مذہبی خدمات یا طریقوں میں کوئی تبدیلی کی جائے گی۔ کسی بشپ کو اپنے دفتر سے بطور بشپ، اپنے دفتر سے بھکشو راہب کی حیثیت سے تبدیل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اس کے دفتر سے کسی چرچ کا سیکسٹون بدلا جائے گا۔ چاہے وہ کسی چھوٹے یا بڑے کے کنٹرول میں ہو۔ ان عیسائیوں کو اسلام سے پہلے کے زمانے میں کسی غلط کام یا خونریزی کے لئے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ انھیں نہ تو فوجی خدمات کے لئے بلایا جائے گا اور نہ ہی وہ یہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوں گے۔

یہودیوں کے لئے مساوی حقوق

آئین مدینہ منورہ کے ایک حصے میں حضرت محمد ﷺ نے یہودیوں کو مساوی حیثیت اور مکمل مذہبی آزادی کی پیش کش کی۔ "مذہبی رواداری "کی اصطلاح اس بات کی بالکل نفی ہے کہ مذہبی اقلیتیں اکثریت کے ذریعہ محض "برداشت "کی جاتی ہیں۔ ابتدائی اسلام نے مذہبی اقلیتوں کو محض "رواداری "کی نہیں بلکہ مکمل مساوات کی پیش کش کی تھی۔ ذیل میں آئینِ مدینہ کا ایک اقتباس ہے، جس کی تصنیف پیغمبر اسلام ﷺ نے کی ہے۔

یہودی جو ہماری دولت مشترکہ سے خود کو منسلک کرتے ہیں وہ ہر طرح کی توہین اور تکلیف سے محفوظ رہیں گے۔ ان کے مساوی حقوق ہونگے اور ہماری مدد اور اچھے کاموں میں ہاتھ بٹائیں گے۔ مختلف شاخوں کے یہودی اور دوسرے تمام افراد جو یثرب میں آباد تھے، مسلمانوں کے ساتھ ایک مشترکہ قوم تشکیل پائیں گے، اور وہ اپنے مذہب کی آزادی مسلمانوں کی طرح ہی کریں گے۔ یہودیوں کے مؤکل اور ان کے اتحادی بھی اسی طرح کی سلامتی اور آزادی سے لطف اندوز ہوں گے۔

خلفائے راشدین کا دور حکومت

پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد مذہبی آزادی کا رواج ختم نہیں ہوا۔ بعد کی خلافت کے دوران ایرانی اور بازنطینی سلطنتوں کو فتح کرنے کے بعد، مسلم حکمرانی بازنطیم اور ایران کے مقابلہ میں زیادہ روادار تھا۔ مذہبی جماعتیں اپنے عقیدے اور عبادت پر عمل کرنے کے لئے آزاد تھیں اور ان کے رہنماؤں اور ان کے قوانین کے زیر اقتدار رہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر کچھ یہودی اور عیسائی برادری نے حملہ آور فوجوں کی مدد کی اور ان کا خیر مقدم کیا۔ دمشق اور دیگر شہروں میں مقامی لوگوں نے بہتر وقت کی امید کی۔ یہ صرف خلافت عرب کے تحت ہی یروشلم میں ایک خوشحال یہودی برادری قائم ہوئی تھی۔ یہیں پر، حکومتوں اور معاشروں نے فکر و اظہار کی آزادی کی ایک ایسی ڈگری حاصل کی جس کی وجہ سے یہودیوں اور متضاد عیسائیوں نے عیسائی مذہب سے اسلام کی پناہ حاصل کی۔

الاندلس

اسلامی اسپین میں، جسے آٹھویں صدی سے لیکر دسویں صدی تک، الاندلس کے نام سے جانا جاتا تھا، مسلمان، یہودی، اور عیسائی ایک ساتھ مل کر ایک متمدن تہذیب میں رہتے تھے، جس میں طب، فلکیات، ریاضی، زراعت، اور فن تعمیر میں ترقی کے لئے قابل ذکر خدمات سر انجام دی گئیں۔ یہاں تک کہ ارسطو کے کھوئے ہوئے فلسفہ کی حفاظت بھی قرطبہ کی وسیع لائبریری میں کی گئی تھی اور اندلس کے علماء کے کارکنوں نے اس پر بحث کی تھی۔ جب مسلمان مائوس فوجی فتح کے ذریعہ اسپین پہنچے تو وہ شمولیت کی پالیسی کے ذریعہ یہودی اور عیسائی لوگوں پر حکومت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ مذہبی مساوات کے بارے میں اسلام کے مؤقف کے لئے ہمارے پاس محمد ﷺ کے براہ راست الفاظ ہیں" : کیا آپ پھر مردوں پر یقین کرنے پر مجبور کریں گے جب کہ یقین صرف خدا کی طرف سے ہی آسکتا ہے؟

کافروں اور مشرکین کا تحفظ

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے) تاکہ اللہ کا کلام سُنے (تو اُسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اُسے اس کے مامن تک پہنچادو، یہ اِس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔(9:6)

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے)سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔(2:256)

بغیر کسی کے عقیدے کی تفریق کے زکوٰۃ کی تقسیم

اگر اپنے صدقات اعلانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی بُرائیاں اِس طرزِ عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اُس کی خبر ہے۔ لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذمّے داری تم پر نہیں ہے۔ ہدایت تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو کچھ مال تم خیرات کرو گے، اس کا پُورا پُورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہر گز نہ ہو گی۔(2:271–272)

اسلام میں مذہب پر مبنی تفریق کی اجازت نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے ابتدائی دنوں میں، نبی ﷺ جنہوں نے اپنے قبیلے میں پائے جانے والے فقر کا سامنا کیا تھا، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ صرف اسلام کے صحابہ کو صدقہ کرنا چاہئے۔ مذکورہ آیت کے انکشاف نے فوراً ہی اس قول کو درست کر دیا۔ نبی ﷺ نے پھر اپنے صحابہ کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ ان سب کو صدقہ دیں جو ان کے مذہب سے تو نہیں لیکن ضرورت مند ہیں۔

بہت سارے مستند مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کی مذکورہ بالا آیت - اگرچہ اس کو واحد الفاظ میں بیان کیا گیا اور نبی ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے تو تمام مسلمانوں کو حکم امتناع کا پابند کیا گیا۔ صدقہ، یا اس کو روکنے کا خطرہ، کبھی بھی کافروں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے۔ درست اعتقاد لازمی طور پر اندرونی یقین اور آزاد انتخاب کا نتیجہ ہونے چاہئیں۔ یہ 256:2 آیت سے مکمل اتفاق رکھتا ہے: دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں۔

دوسروں کی مقدس ہستیوں کی گستاخی سے ممانعت

اور (اے ایمان لانے والو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت وہ اُنہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔(6:108)

کسی بھی چیز کو طعنے دینے کی ممانعت کی، جسے دوسرے لوگ بھی مقدس رکھتے ہیں، یہاں تک کہ خدا کی وحدانیت کے اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھی، تمام لوگوں اور تمام مومنین سے خطاب کیا گیا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کے جھوٹے عقائد کے خلاف

عقلی بحث کریں گے، لیکن انہیں ان عقائد کی اشیاء کو غلط استعمال کرنے اور اپنے غلط ساتھیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ان نظریات کا لحاظ کرے جو بچپن سے ہی اس میں لگائے گئے ہیں اور اب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واحد سچے اور ممکنہ خیال کے طور پر شریک ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ ان عقائد کے خلاف ایک متنازعہ اور معاندانہ نفسیاتی رد عمل کو بھڑکاتا ہے۔

مجسمہ بدھ کی تباہی

اس کی تباہی سے قبل بامیان کے مجسمے کا 1700 سالہ قدیم بدھا وسطی افغانستان کے ہندو کش پہاڑوں کے دامن میں ایک چھوٹے سے شہر سے 150 فٹ سے زیادہ اونچا تھا۔ مارچ 2001 میں طالبان نے قرآنی تعلیمات کے بر خلاف، مقدس مجسمہ کو منہدم کر دیا۔ وہ لوگ جنہوں نے بدھ کے مجسمے کی تباہی میں ملوث تھے شاید آیت 6:108 کے بارے میں کبھی نہیں سنا ہو گا۔

کعبہ میں بتوں کا توڑنا

کچھ مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ کی مثال پیش کریں گے جب وہ فتح کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے اور 360 بتوں کو مسمار کر دیا۔

مسلمانوں نے صدیوں سے اس الگ تھلگ واقعہ کو ہندو اور بدھ کے مندروں پر حملہ کرنے اور ان کے بتوں کو ختم کرنے کے جواز پیش کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ کعبہ اب تک کا پہلا معبد تھا جو ابراہیمؑ اور ان کے پہلے بیٹے اسماعیلؑ نے بنایا تھا اور وہ صرف ایک ہی خدا کی عبادت کے لئے وقف تھا۔ ہزار سال کے دوران یہ آہستہ آہستہ عرب جہالت کا گڑھ بن گیا۔ پیغمبر ﷺ کے ذریعہ تمام بتوں کی تباہی کے بعد ابراہیمؑ کی اصل توحید کو بحال کیا گیا۔ ایک ہندو کی پوجا کے لئے ہندو اور بودھ مندر نہیں بنائے گئے تھے۔ کچھ مسلمان اس طرح کے لطیف اختلافات کو سمجھنے کے اہل نہیں ہیں۔ بعض اوقات اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان مندروں میں موجود تمام خزانوں کو لوٹ لیا جائے اور پھر مذہبی بنیادوں پر ان مجرمانہ حرکتوں کا جواز پیش کیا جائے۔ کسی بھی عبادت گاہ کی تباہی قرآنی تعلیمات کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

نتیجہ

اسلام واحد اہم مذہب ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اسلام سے پہلے آنے والے دوسرے خدائی مذاہب کے پیروکار بھی بعد کی زندگی میں نجات حاصل کریں گے۔ (مزید تفصیلات کے لئے اس سلسلے کی جلد سات دیکھیں۔) یہ نہ صرف دوسرے مذاہب کی رواداری بلکہ خدا کے تمام مذاہب کی برابری کی حتمی مثال ہے۔ مذہبی کثرتیت سے مراد متعدد مذہبی عالمی نظریات پر اعتقاد اور خدا اور نجات کے بارے میں مسابقت کرنے والی سچائیوں اور متنوع عقائد کو سمجھنے کے متعلق ہے۔ محض رواداری کے علاوہ مذہبی کثرتیت خدا کے لئے مختلف راستوں کو ایک امکان کے طور پر قبول کرتی ہے اور عام طور پر "استثنیٰ" سے متصادم ہوتی ہے، اس خیال سے کہ خدا کو جاننے کا صرف ایک ہی حقیقی مذہب یا طریقہ ہے۔ مذہبی کثرتیت بائبل کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتی ہے کیونکہ یہ استثنیٰ کی تعلیم دیتی ہے کہ یسوع مسیح کے وسیلے سے خدا کو جاننے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔

دور حاضر میں مذہبی آزادی کی عدم موجودگی

عصری مسلم معاشرے یہ بھول چکے ہیں کہ مذہبی مساوات کا تصور ابتدائی اسلام کے تحت پہلے عمل میں لایا گیا تھا۔ آج شاید ہی کوئی ایسی مسلم قومیں ہوں جنہوں نے اپنے مذہب کے اعلی نمونوں کو نافذ کیا ہو۔

10

آزادی فکر، تقریر، توہین رسالت، اور الحاد

مختلف نظریات کی ناگزیریت

بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔ اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے ربّ کی رحمت ہے۔ اِسی (آزادیِ انتخاب واختیار) کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور تیرے ربّ کی وہ بات پوری ہو گئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنّم کو جِن اور انسانوں سے بھر دوں گا۔(119–11:118)

قرآن انسان کے مابین ناگزیر ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، یہ خدا کی مرضی ہے کہ ان کے سچ کی طرف جانے کے راستے کو آزمائش اور گمراہی کے درمیان جانچا جائے۔ مختلف نظریات میں ہر چیز شامل ہوتی ہے، یہاں تک کہ خدا کی طرف سے ان پر نازل کی گئی سچائیوں کے بارے میں بھی۔ خدائی شعور اپنے فضل سے فائدہ اٹھاتا ہے، جو خدا کی عطا کردہ صلاحیت پر مشتمل ہوتا ہے جس میں اپنے اپنے وجود کو پہچان سکتا ہے(ملاحظہ کریں172 :7) اور وہ اپنے نبیوں کے ذریعہ انسانیت کو جو رہنمائی پیش کرتا ہے۔"اس انجام تک "کے معنی خدا کے اخلاقی انتخاب کی آزادی کا عطا ہے، جو انسان کی خصوصیت رکھتا ہے اور اس سے پہلے کے حوالہ جات میں بات کی جاتی ہے۔ یہ آزادی انسان کو خدا کا خاص تحفہ دلاتی ہے اور اسے دوسرے تمام مخلوقات سے بالاتر کرتی ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ فضل سے بحث کریں

اور اے محمدؐ، میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو۔ دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔(17:53)

اے نبیؐ، اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔ تمہارا ربّ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔(16:125)

صبر کے ساتھ جھوٹے دلائل برداشت کریں

اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔ اے محمدؐ، صبر سے کام کیے جاؤ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اِن لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔(16:126–128)

اور ان سے کہو کہ "ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے۔(29:46)

دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ مذہبی مباحثوں میں احسان، تدبر، اور استدلال کے استعمال پر پوری طرح سے مذہب کی آزادی سے متعلق بنیادی حکم کے مطابق ہے۔ مومنوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ کسی دوسرے لوگوں کو قائل کرنے کے لئے بحث کرتے ہوئے خود پرہیزی اپنائیں اور ان کی شائستگی اور فکری مساوات کو کبھی مجروح نہ کریں۔ اگرچہ اگر کوئی مخالف آپ کی سالمیت پر دلالت کرتا ہے تو دلائل میں انتقامی کارروائی جائز ہے، لیکن اس سلسلے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اخلاقیات کو ترک نہ کیا جائے اور صبر کے ساتھ ناحق حملہ برداشت کرے۔

متعدد انسانی وجود

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، ہم اِس پر قادر ہیں۔ کہ اِن کی جگہ اِن سے بہتر لوگ لے آئیں اور کوئی ہم سے بازی لے جانے والا نہیں ہے۔(70:40–41)

خدا کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی جگہ لیں جو مومنین کے ذریعہ سچائی سے انکار پر تلے ہوئے ہیں، کیونکہ اس طرح کی تبدیلی اس کے کثیر الانسانیت کے خاکے کے مطابق نہیں ہوگی، جس میں ایمان کو ہمیشہ کفر اور اس کے برعکس آزمایا جاتا ہے۔

ارتداد

صرف بعد کی زندگی میں نہیں ہے ارتداد کی سزا

- **جو شخص ایمان لانے کے بعد کُفر کرے)وہ اگر (مجبور کیا گیا ہو اور دل اُس کا ایمان پر مطمئن ہو)تب تو خیر (مگر جس نے دل کی رضا مندی سے کُفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ اُنہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا، اور اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا جو اُس کی نعمت کا کفران کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں۔ ضرور ہے کہ آخرت میں یہی خسارے میں رہیں۔(16:106–109)**

- رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اللہ ہرگز ان کو معاف نہ کرے گا اور نہ کبھی ان کو راہ راست دکھائے گا۔ اور جو منافق اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سنادو کہ اُن کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔(4:137–138)

نیک اعمال ضائع ہونگے

تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا، اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔(2:217)

افسوس کے ساتھ چہرے سیاہ ہونگے

جبکہ کچھ لوگ سرخ رو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہو گا، جن کا منہ کالا ہو گا) ان سے کہا جائے گا کہ (نعمت ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب اِس کفران نعمت کے صلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔(3:106)

خدا اس سے محبت کرنے والے لوگوں کو سامنے لائے گا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے) تو پھر جائے (اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبُوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبُوب ہو گا۔(5:54)

اگر آپ اسلام سے دشمنی رکھنے والے غیر مسلموں پر بھروسہ کرتے ہوئے، اپنے حلیفوں اور روحانی سرپرستوں سے بحث کرتے ہوئے اپنے ایمان کو ترک کر دیں تو، خدا ایسے مستقل لوگوں کو لائے گا جو اس سے محبت کرتے ہونگے۔

جو شخص ایمان لانے کے بعد کُفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اُس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضا مندی سے کُفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔(16:106)

جب مومنین پر تشدد یا موت کے دھمکی ہو تو انہیں ارتداد کی اجازت ہے۔ سختی کے تحت عقیدے کو عارضی طور پر ترک کرنے کی اجازت ہے، قرآن پاک نے متعدد جگہوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ عقیدہ کی بناء پر شہادت کو انتہائی قابل تعریف مانا گیا ہے۔

سلمان رشدی کا معاملہ

سن 1989 میں، سابق ایرانی روحانی پیشوا، آیت اللہ خمینی نے سلمان رشدی کو موت کی سزا دینے کی مذمت کی کیونکہ اس نے شیطانی آیات شائع کیں، جس میں رشدی نے مبینہ طور پر اسلام کی توہین کی تھی۔ پیرس میں 2015 میں، کچھ مسلمان چوکیداروں نے ایک اخبار کے دفاتر میں ذبیحہ کشی چاقو سے حملہ کیا تھا جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کے کارٹون چھپتے تھے۔ اس اخبار نے دوسرے مذاہب کا بھی مذاق اڑایا۔

مغربی پریس میں، جو لوگ نبی ﷺ کے نام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ کچھ گستاخوں کا سہارا لیتے ہیں کہ وہ تشدد کا سہارا لے رہے ہیں اور ان اشتعال انگیزوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ اس طرح کے تشدد سے دنیا بھر میں سرخیاں بنتی ہیں، ایسی تشہیر پیدا ہوتی ہے جو کتابوں اور دیگر اشاعتوں کو فروخت کرنے میں معاون ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں راتوں رات نامور مصنفین، صحافیوں اور سیاستدانوں کو مشہور شخصیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ سلمان رشدی، جو اس سے قبل ایک نامعلوم مصنف تھا، نے اپنے پر تشدد کاموں کی وجہ سے مغربی میڈیا میں ایک مشہور شخصیت کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ورنہ، وہ شاید ایک نامعلوم مصنف ہی رہ جاتا۔

ارتداد کی سزا

ایک بھی قرآنی آیت ایسی نہیں ہے جس میں سادہ ارتداد کی سزا دی گئی ہو۔ کچھ اسلامی ممالک ارتداد کے لئے قطعی سخت سزا، حتی کہ سزائے موت بھی دیتے ہیں۔ یہ ایک حدیث پر مبنی ہے، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا" :اگر کوئی اپنا مذہب چھوڑ دیتا ہے تو اسے قتل کر دینا چاہئے۔ "قرآن مجید میں بلا واسطہ مرتدوں کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی روایات میں، سزائے موت مرتدین پر اسلامی حکومت میں لاگو ہوتی ہے۔ ارتداد کی سزا صرف دوسری زندگی میں تو لازماً ملے گی۔

توہین رسالت کو نظر انداز مت کریں اور گنہگاروں کو نصیحت کریں

ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے۔(33.61)

اور اے محمدؐ، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دُوسری باتوں میں لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھُلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہوجائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔اُن کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمّہ داری پرہیز گار لوگوں پر نہیں ہے، البتّہ نصیحت کرنا اُن کا فرض ہے شاید کہ وہ غلط روی سے بچ جائیں۔ چھوڑو اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔6:68–70

اس جملے کو دو معانی میں سمجھا جاسکتا ہے :انہوں نے اپنے مذہب کو کھیل اور تفریح کا مقصد بنا دیا ہے یا انہوں نے کھیل اور تفریح کو اپنا مذہب بنالیا ہے جو ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ مؤخر الذکر قابل ترجیح ہے۔ اس پر زور دیا گیا ہے کہ بہت سارے لوگ جو اس دنیا کی زندگی کو اس بات کی

پیروی میں وقف کر دیتے ہیں جو قرآن مجید کو "خوشی کی باتیں "کے طور پر بیان کرتا ہے۔ پیسہ اور طاقت جو خوشی مہیا کر سکتی ہے وہ مذہبی جوش و جذبے کے مترادف ہے۔ یہ ایک ایسا رویہ ہے جس کی وجہ سے وہ تمام روحانی اور اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ مت بیٹھیں جب تک کہ وہ خدا کے پیغام کا مذاق اڑانے کے علاوہ کسی بات میں خود غرق ہو جائیں۔

طنز کرنے والوں سے پرہیز کریں

اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو۔ یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔(4:140)

پس اے نبیؐ، جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے، اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اِن لوگوں کا مبلغ علم بس یہی کچھ ہے، یہ بات تیرا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔(53:29-30)

تمام نبیوں کے ہم عصر لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے، جھوٹے، دغاباز، جعلی، احمق اور اسی طرح کے دوسرے لوگ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصروں نے بار بار اسی نفرت انگیز ی تقریر کا ارتکاب کیا جسے اب توہین رسالت یا پیغمبر کے خلاف گالی گلوچ کا استعمال کہا جاتا ہے۔ اسے کافر سامراجیوں کے ذریعہ مسلط، پاگل آدمی، پاگل شاعر، جادوگر، جھوٹا، اور اسی طرح کہا جاتا تھا۔) . جلد سوم میں باب گیارہ ملاحظہ کریں" : پیغمبر کی سچائی اور تقریر کی آزادی پر حملہ آور۔ (" یہاں تک کہ ان کی بیویاں اس پر سخت تنقید کرتی تھیں کہ وہ سارا دن پریشان رہتے تھے۔ فتح مکہ پر اللہ نے اپنے حکم سے ایسے تمام افراد کا قتل کروادیا تھا جنھوں نے نبی ﷺ پر آوازیں کسی تھیں۔

توہین رسالت کی سزا قرآن و حدیث سے واضح طور پر موت ہے، مگر یہ ہر کسی کو حق نہیں حاصل کہ وہ ایسے جرم کے مرتکبین کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس جرم کے پائے جانے اور اقرار یا شرعی گواہوں کی گواہی سے یہ ثابت ہو جانے کی صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس سزا کا اطلاق کرے, اور توہین رسالت سمیت تمام شرعی حدود کے نفاذ اور سزاؤں کا اجرا حکومت کا کام ہے، ہر کس و ناکس اس طرح کی سزا جاری کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ عوام کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ہمارے معاشرے میں کوئی ایسا مجرم پایا جاتا ہے تو شریعت اور قانون کے تقاضے پورے کرے، اور ایسے مجرم کے خلاف پر امن قانونی چارہ جوئی کر کے اسے کیفرِ کردار تک پہنچائے۔

11

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہتان

صریح گناہ

ورجو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں اُنہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔-(33:53-58)

تباہی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو مُنہ در مُنہ (لوگوں پر طعن اور) پیٹھ پیچھے بُرائیاں کرنے کا خوگر ہے۔(104:1)

پیغمبر اکرم ﷺ کی اہلیہ، حضرت عائشہ، 5ہجری میں قبیل مصطلیق کے خلاف ایک مہم میں ان کے ہمراہ گئیں۔ جب فجر سے پہلے ہی مسلمانوں قافلہ کوچ کر گیا تو وہ نادانستہ طور پر پیچھے رہ گئیں۔ کئی گھنٹے تن تنہا گزارنے کے بعد، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے ذریعہ ڈھونڈیں گئیں، جنھوں نے انہیں فوج کے اگلے قافلے کی طرف لے جانے کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس واقعہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب بدنیتی پر مبنی افواہوں کو جنم دیا، لیکن یہ افواہیں مختصر مدت کی تھیں اور ان کی بے گناہی کسی بھی شبہ سے بالاتر ہے۔

یہ واقعہ ہر دور اور تمام معاشرتی حالات کے لئے ایک اخلاقی تجویز پیش کرتا ہے۔ کہ شبہ کا فائدہ ملزم کا ہوتا ہے اور وہ قصوروار ثابت ہونے تک بے قصور ہوتا ہے۔

ثابت ہونے سے پہلے تک معصوم

جس وقت تم لوگوں نے اسے سُنا تھا اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے؟وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے؟اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں، اللہ کے نزدیک وہی جھُوٹے ہیں۔24:12–13

"ایک دوسرے کو بہتر سمجھو، "جیسا کہ ہر ایک کو بے قصور سمجھنا چاہئے جب تک کہ وہ قصوروار ثابت نہیں ہوتا۔ اس عمومی اصول کا تقاضا ہے کہ کسی معاشرے میں تعلقات نیک نیتی پر مبنی ہوں نہ کہ شکوک وشبہات پر۔

اچھے گمان کا بہتان لگانا

کیوں نہ اُسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا، سبحان اللہ، یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔(17–24:16)

یہ مداخلت "اے آپ ﷺ جو اپنی شان میں بے حد ہیں "مومن کے اخلاقی فریضے پر زور دیتا ہے کہ وہ جب بھی سننے، یا اعادہ کرتو وہ خدا کے بارے میں سوچے، کیوں کہ اس طرح کی ہر افواہ ایک پرجوش، بدنامی ہوتی ہے، جب تک کہ اس کی یہ حقیقت قانونی طور پر قائم نہ ہو۔

گناہوں کے مرتکب کا کفارہ

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں۔اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے۔ان کا دامن پاک ہے اُن باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں، ان کے لیے مغفرت ہے اور رزقِ کریم۔(24:11,26)

غلطی کا الزام لگانے والے شخص کے لئے چاندی کا استر ہے کیونکہ خدا کی نظر میں ظلم وستم کی وجہ سے ہونے والی ناخوشی مصیبت زدہ شخص کو روحانی خوبی عطا کرتی ہے، جیسا کہ ہر ناجائز پریشانی کو صبر سے برداشت کیا جاتا ہے۔گناہوں کی معافی بہتان کا نشانہ بننے والوں کے لئے بڑھائی جائے گی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :جب بھی کوئی مومن کسی مشکل، تکلیف، اضطراب، غم، تکلیف، تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے —یہاں تک کہ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچی ہو، خدا اس کے کچھ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ "خدا کے "گناہوں کی معافی "کا حوالہ انسان کی فطرت کی فطری کمزوری پر زور دینا ہے، جس سے وہ گناہ کا شکار ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ اچھی اور پاکیزہ ہے(4.28)۔

تہمت لگانے کی سزا

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔سوائے اُن لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کرلیں کہ اللہ ضرور)اُن کے حق میں(غفور ورحیم ہے۔–24:4 5)

محسنات کی اصطلاح شادی، ایمان اور خود اعتمادی کے ذریعہ لفظی طور پر "وہ خواتین جو گندگی کے خلاف مضبوط ہیں "قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قانونی طور پر ہر عورت کو پاکیزہ سمجھا جانا چاہئے جب تک کہ اس کے برخلاف کوئی حتمی ثبوت پیش نہ کیا جائے۔یہ حکم امتناعی ان مقدمات پر بھی لاگو ہوتا ہے جہاں ایک عورت مرد پر غیر قانونی جنسی جماع کا الزام عائد کرتی ہے اور وہ قانونی طور پر اس کا الزام ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ایسے

معاملات میں سزا کی سختی کو ماننا پڑتا ہے۔ چار گواہوں کی ضرورت -ان دو کے بجائے جو اسلامی قانون دوسرے تمام مجرمانہ اور شہری مقدموں میں کافی ہے بہتان اور ہاتھ سے الزامات کی روک تھام کی ضرورت پر مبنی ہے۔

جیسا کہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے متعدد مستند اقوال میں بیان کیا گیا ہے، چاروں گواہوں کا ثبوت براہ راست ہونا چاہئے اور محض حالاتی نہیں۔ انہوں نے جنسی حرکت کا مشاہدہ کیا ہو اور اسے پوری عدالتی اتھارٹی کے اطمینان کے لئے ثابت کرنے کے قابل ہونا چاہئے۔ چونکہ اس طرح کے مکمل شواہد حاصل کرنا مشکل ہے، اگر ناممکن نہیں ہے تو، مذکورہ قرآنی حکم نامہ کا مقصد غیر قانونی جنسی جماع سے متعلق تیسرے فریق کے الزامات کو ختم کرنا ہے۔ ماسوائے ان کے جو کوڑوں کی سزا بھگتنے کے بعد عوامی طور پر اپنے الزام کو واپس لے لیتے ہیں — جو غلط ملزم کا قانونی حق ہونے کی وجہ سے محض توبہ اور اعتراف جرم کرنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم، جھوٹے الزام کا نشانہ بننے والا رحم سے کوڑے مارنے کی سزا معاف کرسکتا ہے۔ سخت پریشانی ہر ایک پر ہوگی جو دوسروں میں حقیقی یا خیالی غلطیوں کو ننگا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہاں اور آخرت میں سخت اذیتیں ہیں

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے۔ جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا، اور جس شخص نے اِس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔(24:11)

ان لوگوں کے لئے حیرت انگیز مصائب کا منتظر ہیں جو کچھ مخصوص حالات یا معاملے کے پہلوؤں پر زور دے کر، بدنامی اور بے بنیاد الزام کو مزید قابل اعتبار بناتے ہوئے گناہ میں اضافہ کرتے ہیں۔

- **اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آ لیتا۔ ذرا غور تو کرو، اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔(24:14–15)**
- **جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے تو یہ چیز جو ابھی تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی۔(24:19–20)**

توبہ نہ کرنے والے گنہگار

جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھُول نہ جائیں جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتُوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ وہ بدلہ انہیں بھرپور دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا۔(25 –24:23)

ان لوگوں کو زبردست تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا جو نیک عورتوں پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں، جو سوچ سمجھ کر اپنے آپ کو ایسے حالات میں بے نقاب کرتے ہیں جن میں بہتان سازی کی جاسکتی ہے۔ توبہ کی عدم موجودگی اس سلسلے میں ظاہر کی جانے والی مذمت پر دلالت کرتی ہے چونکہ قرآن پاک نے متعدد جگھوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ خدا ہمیشہ گنہگار کی مخلص توبہ قبول کرتا ہے۔ "واضح "کے معنی خدا کے نزول سے، قیامت کے دن، انسان کے اعمال کی اصل نوعیت اور اس گناہ کی جس قدر ہے جو کہ اس حوالہ سے مراد ہے۔

معاف کرو اور برداشت کرو

تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور و رحیم ہے۔(24:22)

اس آیت سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے، جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ ابو بکر کی بیٹی عائشہ پر تہمت میں حصہ لینے کے بعد، وہ اپنے غریب رشتے دار مِستہ (جس کی اس وقت تک انہوں نے مدد کی تھی) کی مدد کبھی نہیں کریں گے۔ جھوٹی افواہ پھیلانے میں اس کے ادا کردہ کردار کے لئے مستہ کو اسی دھاریوں سے کوڑے مارے گئے تھے۔ مذکورہ آیت کا اخلاقی معاملہ تاریخی ربط سے بے وقت اور آزاد ہے۔ اس نظریہ کو مذکورہ بالا عبور میں کثرت کی شکل میں استعمال کرنے میں اضافی مدد ملتی ہے۔ برائی کا مقابلہ کرنے کے قرآنی اصولوں کے ساتھ "معافی اور برداشت کرو "کا مطالبہ پوری طرح سے مطابقت رکھتا ہے۔ ابو بکر اپنی تکلیف اور تکلیف دہ جذبات کے باوجود، فوراًہی یہ کہتے ہوئے جواب دیتے ہیں، "خدا کی قسم، میں اس سے محبت کروں گا کہ خدا نے مجھے معاف کر دیا "!انہوں نے فوری طور پر مستہ کے لئے ایک بار پھر مدد شروع کر دی۔

خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ رشتے کے لئے قرآن معافی اور احترام کا درس دیتا ہے۔ نیز، ایک بار جب فاسق شخص کے ذریعہ متعین کردہ قانونی سزا سے گزرنے کے بعد کسی جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے، تو اسے اس جرم سے پاک سمجھنا اور کفارہ ادا ہوا سمجھنا ضروری ہے۔

آزادی اظہار کی حدود

تاہم، فکری آزادی کی اپنی حدود ہیں۔ امریکی سپریم کورٹ کے مطابق، تقریر کی مخصوص قسمیں پہلی ترمیم کے ذریعہ محفوظ نہیں ہیں مثال کے طور پر، فحاشی، بچوں میں فحاشی، بدنامی اور "لڑائی کے الفاظ،" یا تقاریر جو دوسروں کے مابین بے قابو ہو کر قانونی کارروائی کو اکساتی ہیں ۔ اسلامی معاشروں کے تناظر میں کسی بھی طرح کی فحش نگاری احتساب میں شامل ہے۔

12

انفرادی حقوق

الوداعی سفر میں اپنے مشہور خطبہ حجتہ الوداع میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کی جان ومال ایک دوسرے کے درمیان مقدس اور ناقابل تسخیر ہے یہاں تک کہ آپ اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں۔ کسی بھی مسلمان کے لئے کوئی بھی چیز جائز نہیں جس کا تعلق ساتھی مسلمان سے ہو جب تک کہ اسے آزادانہ طور پر اور اپنی مرضی سے نہ دیا جائے۔

کسی فرد کے گھر کی خلاف ورزی کرنا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھر میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ البتہ تمہارے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں اور جن میں تمہارے فائدے (یا کام) کی کوئی چیز ہو، تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو سب کی اللہ کو خبر ہے۔(24:27-29)

مکانات جہاں رہائش نہ ہو، عوامی نوعیت کی عمارتیں یا احاطے ہیں، جیسے کہ اندرون، دکانیں، انتظامی دفاتر، عوامی غسل خانے اور اس طرح کے علاوہ قدیم کھنڈرات۔ مندرجہ بالا آیات ہر شخص کے گھر اور نجی زندگی کی ناقابل تسخیر آزادی کی خوبی کو اجاگر کرتی ہیں۔ کسی بھی گھر میں اس کے حق دار مالک کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کی ممانعت کی وجہ سے، یہ ممکنہ بہتان کے خلاف افراد کے اضافی تحفظ کا کام کرتا ہے۔

رازداری کا حق

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے وقت ہیں۔ اِن کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ اُن پر، تمہیں ایک دُوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے، اور وہ علیم و حکیم ہے۔(24:58)

نوعمروں کے لئے رازداری

اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اُسی طرح اجازت لیکر آیا کریں جس طرح اُن کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اِس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے، اور وہ علیم و حکیم ہے۔ (24:59)

قرآنی اصول یہ ہے کہ معاشرتی اور انفرادی، نیز انسانی زندگی کے روحانی اور مادی پہلوؤں میں ان کے ساتھ ایک غیر مُنقسم اور آزادانہ طور پر نمٹا نہیں جاسکتا۔ مذکورہ بالا گفتگو صحتمند معاشرتی طرز عمل کے کچھ اصولوں کی وضاحت کرتی ہے۔ "جس کے پاس آپ بجا طور پر مالکانہ حقوق ہیں، یہ ایک جملہ ہے جو مرد اور خواتین غلاموں کی نشاندہی کرتا ہے۔ چونکہ، قرآن مجید میں صرف ایک تاریخی رجحان کے طور پر غلامی کے رجحان تصور کیا گیا ہے، جسے وقت کے ساتھ ختم کیا جانا چاہئے، لہذا مذکورہ بالا اظہار کو بھی دونوں جنسوں کے قریبی انحصار اور گھریلو ملازموں کے حوالے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

وہ تین مواقع جن پر آپ کے برہنہ ہونے کا امکان ہے، کے جملے کو لفظی اور علامتی طور پر سمجھنا ہے۔ یہ بالغ شخص کے جسم کے ان حصوں کی نشاندہی کرتا ہے جو شائستگی میں بیوی یا شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں آسکتے ہیں یا بیماری کی صورت میں ایک معالج کے سامنے آتے ہیں۔ اس کا اطلاق کسی بھی صورت حال اور حالات پر ہوتا ہے جس میں فرد مطلق رازداری کا حقدار ہوتا ہے۔

دوسروں کے معاملات میں نہ جھانکیں

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ تم کو بدگوئی کا حق ہے) لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم بُرائی سے درگزر کرو، تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے حالانکہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (4:148-149)

مذکورہ بالا بیان کسی کے برے کاموں یا اقوال کے بارے میں عوامی طور پر ذکر کرنے سے منع کرتا ہے جب تک کہ اس شخص کی طرف سے اس پر ظلم نہ کیا گیا ہو۔ اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ معاشرے کو متاثر کرنے والے گنہگار رویے کو غلط جماعت کی تشہیر کے لئے عام کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملے میں، کچھ برادر اسلامی ممالک میں، "اخلاقی پولیس "عام مسلمانوں کے معاملات پر نگاہ رکھتی ہے۔ مذکورہ آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ان کے غیر اسلامی عمل کے خلاف بھی جاسکتے ہیں اگر وہ احتیاط نہیں برتتے۔

اندازہ لگانا، جاسوسی کرنا، اور غیبت کرنا

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسُّس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گِھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (49:12)

کسی ایسے قیاس آرائی سے پرہیز کریں جس سے کسی دوسرے شخص کے مقاصد پر بے بنیاد شبہات پیدا ہو سکیں 24:19) دیکھیں(۔کمزوریوں کی تلاش کے لئے ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کریں۔ اس میں رازداری کی دیگر خلاف ورزیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے خطوط پڑھنا، نجی گفتگو کو خفیہ طور پر سننا اور پڑوسی کے گھر جھانکنا شامل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "دوسرے لوگوں کے معاملات پر نگاہ نہ رکھو، کیوں کہ جو دوسروں کے رازوں پر نگاہ ڈالتا ہے، خدا اس کے معاملات پر نگاہ ڈالتا ہے، اور جسکی خدا تعالیٰ کی پیروی کرتا ہے وہ اسے اسکے اپنے ہی گھر میں رسوا کر دیتا ہے۔" جاسوسی کی ممانعت افراد کے ساتھ ساتھ ریاست پر بھی لاگو ہوتی ہے، جس میں مندرجہ ذیل مستثنیات شامل ہیں۔

فائدہ مند انجام کے لئے رازداری رکھنا

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر وبیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے، اور جو کوئی اللہ کی رضاجوئی کے لیے ایسا کرے گا اُسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔(4:114)

مثبت، فائدہ مند انجام کی خاطر خفیہ مذاکرات کی اجازت دی گئی ہے - مثال کے طور پر ریاستوں یا برادریوں کے مابین امن مذاکرات کو خفیہ گفتگو کی اجازت کے ساتھ مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ قبل از وقت تشہیر بعض اوقات ان مقصدوں کے حصول کے لئے تعصب کا شکار ہو سکتی ہے یا متعلقہ لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتی ہے، خاص طور پر ایسے معاملات میں جہاں خیراتی کام شامل ہے۔

الخطاب رضی اللہ عنہ اور گھر کا تقدس

دوسرے خلیفہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی کو گھر میں گاتے ہوئے سنا، اور وہ ایک دیوار پر چڑھے اور شراب پکڑنے کے لئے گھر میں داخل ہوئے ایک شخص کو دیکھا جہاں ایک عورت بھی موجود تھی۔ وہ وہاں رہنے والے شخص پر چلائے اور کہا، "اے خدا کے دشمن، کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ خدا کی نافرمانی کریں گے اور خدا آپ کے راز کو بے نقاب نہیں کرے گا؟

اس شخص نے جواب دیا" :اے امیر المومنین، جلدی نہ کریں۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں۔ خدا نے جاسوسی سے منع کیا ہے، اور آپ نے جاسوسی کی ہے۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ دروازوں سے گھروں میں داخل ہونا چاہئے، اور آپ دیوار کے اوپر چڑھ کر اس میں داخل ہوئے ہیں۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ کسی کو بغیر اجازت دوسرے لوگوں کے گھر جانے سے گریز کرنا چاہئے، اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ جواب سن کر، خلیفہ عمر نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس شخص کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی(بحوالہ : ابی بکر محمد بن جعفر، مکارم الاخلاق)

ذرا تصور کریں کہ عام لوگوں نے سلطنت اسلامیہ کے ایک بڑے حکمران کے خلاف مصر سے ایشیاء تک آزادی اظہار رائے کی۔ آج کے چھوٹے مایوس کن حکمرانوں کو عالم اسلام میں چیلنج کرنے کی اتنی ہمت کسی میں ہو سکتی ہے؟

نہ صرف افراد بلکہ حکومت کے لئے بھی لوگوں کے رازوں کی جاسوسی کرنا، ان کے گناہوں اور غلطیوں کو دریافت کرنا، اور پھر انہیں سزا کے لئے ضبط کرنا ممنوع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جب حکمران لوگوں میں شکوک وجوہات کی تلاش شروع کر دیں تو یہ ان کو بدعنوان بناتا ہے۔

13

غلامی اور نسل کے تعلقات

غلامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران عالمگیر طور پر رواج رکھتی تھی اور معاشرے کے معاشرتی تانے بانے کا حصہ تھی۔ غلامی خدا کی عطا کردہ آزادی کو مجروح کرتی ہے۔ قرآن مجید میں غلامی کا رجحان محض ایک تاریخی رجحان کے طور پر دیکھا جاتا ہے جسے وقت کے ساتھ ختم کیا جانا چاہیئے۔ اچانک غلامی کا خاتمہ سیاسی اور معاشی طور پر ممکن نہیں تھا۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے، جنگ میں جانے کی ضرورت کے بجائے، جیسا کہ امریکیوں نے خانہ جنگی میں کیا، قرآن اخلاقی اور معاشرتی استقامت کا استعمال کرتا ہے۔ قرآن مجید نے غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے بہت بڑا زور دیا ہے اور اسے مختلف خطاؤں کے کفارہ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

- **اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس کا کفّارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہادے، اِلّایہ کہ وہ خون بہا معاف کردیں۔(4:92)**
- **اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑتا لیکن ان قسموں پر پکڑتا ہے جن پر تم اپنے آپ کو پابند کرو، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو (اوسط درجہ کا کھانا دیناہے (ایسا کھانا) جو تم اپنے گھر والوں کو دیتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا گردن (غلام) آزاد کرنا، پھر جو شخص یہ نہ کر پائے تو پھر تین دن کے روزے رکھنے ہیں، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ، اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنے حکم بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔(5:89)**
- **جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کریں پھر اپنی اُس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی، تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اِس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔(58:3)**

اسے رائج کرنے کے لئے نبی ﷺ نے تریسٹھ غلاموں کو آزاد کیا۔ انہوں نے بہت سارے مواقع پر فرمایا کہ خدا کی نظر میں، کسی انسان کو غلامی سے غیر مشروط طور پر آزاد کرنا ان قابل تعریف اعمال میں شامل ہے جو مسلمان انجام دے سکتا ہے۔ پیغمبر ﷺ کے اشارے نے غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے ایک تحریک پیدا کی اور لوگوں کو رضاکارانہ طور پر یا ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے یا معاشی معاوضہ قبول کرکے آزادانہ طور پر غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے قائل کرنے، مذہبی احکامات، اور قانونی نفاذ کے لئے ایک تحریک پیدا کی۔

غلامی کا بتدریج خاتمہ

غلاموں کے حصول کے لئے ممانعت

کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔(8:67)

آخر کار غلامی کے خاتمے کے لئے، قرآن مجید نے مندرجہ بالا حکم دیا ہے کہ صرف جہاد میں لئے گئے اسیروں کو، غلام رکھا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہمیشہ کی طرح پیغمبر کو ایک حکم نامہ جاری کیا گیا جس میں ان کے اصحاب کو بھی پابند کیا گیا۔ مذکورہ آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی بھی شخص کو جب تک وہ جہاد میں قیدی کے طور پر گرفتار نہیں کیا جاتا، جب تک کہ وہ عقیدے یا آزادی کے دفاع میں ایک منصفانہ جنگ نہ ہو، اسے قید میں نہیں رکھا جاسکتا۔

پر امن ذرائع سے غلام کا حصول، اور اس طرح حاصل کردہ غلام کا رکھنا ممنوع ہے اور یہ ایک معاشرتی اقدار کی حیثیت سے غلامی کی ممانعت کے مترادف ہے۔ جنگی قیدیوں کا تبادلہ جنگی قیدیوں کے لئے کیا جائے یا تاوان کی ادائیگی پر رہا کیا جائے۔ قرآن مجید کا حکم ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ایسے اغواکاروں کو رہا کیا جانا چاہئے۔ اسلامی معاشروں میں غلامی آہستہ آہستہ معدوم ہو گئی۔

پس جب ان کافروں سے تمہاری مُڈ بھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔(47:4)

دوسروں کی مدد کرنا اور غلاموں کو آزاد کرنا

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔(4:36)

"جن کے آپ بجا طور پر مالک ہیں، کا مطلب دونوں جنسوں کے غلام ہیں۔ اس آیت میں ان تمام لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کے اختیار میں ہوں اور غلام کے لئے سب سے بہتر کام اس کو آزاد کرنا ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ بالواسطہ طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

سچا تقویٰ اور غلامی کا خاتمہ

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔(2:177)

انسانوں کو غلامی سے آزاد کرنا، اسیروں کو تاوان اور غلاموں کو آزاد کرنا دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ تقویٰ کے اعمال میں اس کو شامل کرنے سے، قرآن کا مطلب ہے کہ لوگوں کو غلامی سے آزاد کرنا - غلامی کا خاتمہ - اسلام کے معاشرتی مقاصد میں سے ایک ہے۔

غلاموں کے لئے آزادی

یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔(9:60)

انسانوں کو غلامی سے آزاد کرنے کا ایک خاص مقصد ذکر کیا گیا ہے جس کے لئے زکوٰۃ کے مال کو مختص کیا گیا۔

تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔(24:32)

آزادی کا عمل تحریری طور پر باہمی معاہدہ ہے، ایک فقہی اصطلاح جسے آزادی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ غلام اور اس کے مالک کے درمیان معاہدہ ہے۔ غلام اور مالک کو چاہئے کہ وہ اپنی دولت کو مساویانہ انداز میں غلام کے ساتھ بانٹ دے، جو آزادی سے پہلے قابل ادائیگی ہے۔

ان کے لئے اسے تحریر کریں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مالک آزادی کے عمل سے انکار نہیں کر سکتا، اگر غلام نیک کردار کا حامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی قانون نے ابتداہی سے، ایک معاشرتی ادارے کی حیثیت سے غلامی کے خاتمے کو نشانہ بنایا ہے اور جدید دور میں اس کی ممانعت اسی مقصد کو حتمی طور پر نافذ کرنا ہے۔

غلاموں کے ساتھ یکساں سلوک

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی، پھر جنہیں فضیلت دی گئی وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو دینے والے نہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، پھر کیا اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔(16:71)۔

اور جنہیں خدا نے فضیلت دی، کا تعلق ان غلاموں سے ہے جو جنگ کے دوران قید کیے گئے (دیکھئے 191-2.190 اور 8.67 آیت) یا وہ جو زندہ رہنے کے لئے دوسروں پہ انحصار کرتے ہیں، کہ وہ مالک کی ذمہ داری ادا کر سکیں۔

ضروریات زندگی کے سلسلے میں اپنے آپ کو یکساں بنیاد پر رکھنا اسلام کا مطالبہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آپ کے بھائی ہیں، جو اختیار خدا نے آپ کو دے رکھا ہے، یہ اس میں آپ پر انحصار کرتے ہیں۔ لہذا، جس کے پاس اس کا بھائی کا اختیار ہے، وہ اسے وہ کھلائے گا جو وہ خود کھاتا ہے، اسے وہ پہنائے گا جو وہ خود پہنتا ہے۔

اور ان پر کسی چیز کا بوجھ مت ڈالو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ لیکن اگر آپ ان پر بوجھ ڈالیں تو ان کی مدد کریں۔ تاہم، مرد اکثر اخلاقی ذمہ داری کے اس شعور پر قائم رہنے میں ناکام رہتے ہیں، اور یہ ناکامی خدا کی نعمتوں اور ان کی تمام مخلوقات کی نگاہ سے انکار کے مترادف ہے۔

لونڈیوں کے حصول کی ممانعت

- **اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (مُحْصَنَات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری اُن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ (4:25)**
- **اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دُنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبُور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں، اور جو کوئی اُن کو مجبور کرے تو اِس جبر کے بعد اللہ اُن کے لیے غفور و رحیم ہے۔ (24:33)**

یہاں شادی سے پہلے کی اصطلاح غلام لڑکیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ اگر لونڈیوں کو شادی کے ذریعے بد دیانتی کے خلاف تحفظ کی خواہش ہو تو انہیں بدکاری پر مجبور نہ کریں۔ مذکورہ بالا آیت میں صریحاً بیان کرتے ہوئے اس کو حرام کاری کی ممانعت کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے کہا، "کسی شخص کو دوگنا اجر ملے گا اگر وہ کسی خاتون غلام کی حیثیت سے اس کو اچھے سلوک کی تعلیم دے، بہترین طریقے سے اس کی تربیت کرے اور اس میں خوبی پیدا کرے اور پھر اس سے شادی کرے۔

غلام سے شادی کرنا حلال ہے

اے نبیؐ، ہم نے تمہارے لیے حلال کر دیں تمہاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں، اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمہاری ملکیت میں آئیں، اور تمہاری وہ چچازاد اور پھوپھی زاد اور ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے، اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کیا ہو اگر نبیؐ اسے نکاح میں لینا چاہے۔ یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حدود عائد کیے ہیں۔ (تمہیں ان حدود سے ہم نے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے) تاکہ تمہارے اوپر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ (33:50)

اسلام مرد اور عورت کے مابین جنسی تعلقات کی ممانعت کرتا ہے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے شادی نہ کریں۔ہاں مگر نبی ﷺ کے دور میں لونڈیوں کے ساتھ جنسی تعلق کی شریعت اسلامیہ نے اجازت دی تھی۔ اسلام کسی بھی طرح کے ناجائز تعلق کی حمایت نہیں کرتا اور یہی بات صحیح ہے اگر عورت غلام کی مالک ہے اور مرد اس کا غلام ہے۔ اس سلسلے میں، ایک" آزاد "عورت اور غلام کے درمیان صرف اتنا ہی فرق ہے کہ اگرچہ سابقہ کو اپنے شوہر سے حق مہر وصول کرنا ہوگا، لیکن اس طرح کی ذمہ داری کسی ایسے آدمی پر عائد نہیں کی جاتی ہے جو اپنے غلام سے شادی کرتا ہے (لفظی طور پر، "وہ جنہیں فضیلت دی گئی ہے) ، یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو عقیدہ یا آزادی (جہاد) کے دفاع میں لڑی جانے والی ایک منصفانہ جنگ میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں، دلہن کو ازدواجی طور پر نکاح کے ذریعہ دی گئی آزادی کو حق مہر کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

اسلام سے قبل غلامی کا دور

اسلام سے پہلے اوراسلامی عہد میں بھی تین طرح کے غلام موجود تھے۔ غلامی کو ایک ضروری برائی کے طور پر قبول کیا گیا تھا کیونکہ یہ معاشرے کے معاشی تانے بانے کا ایک حصہ تھا۔ اسلام نے غلامی کو کالعدم قرار نہیں دیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی تاکہ وہ مختلف گناہوں کی قیمت ادا کر سکیں۔ غلامی آہستہ آہستہ عربیہ سے غائب ہوگئی، لیکن اس میں کافی وقت لگا۔جب امریکہ میں غلامی پر پابندی عائد کی گئی تھی، تو اس نے بہت بڑی جانی نقصان کے ساتھ خانہ جنگی کا باعث بنی، لیکن غلامی کی برائی کو نسبتا قلیل وقت میں ختم کر دیا گیا۔ تین طرح کے غلام یہ تھے؛

موروثی غلام

جو نہیں جانتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد کب غلام بن گئے ہیں۔ قرآنی احکامات کی وجہ سے، کچھ دہائیوں میں موروثی غلام آزاد ہو گئے۔

آزاد افراد

جو پکڑے گئے تھے اور غلاموں کی طرح بک گئے۔ اسلام نے اس طرح کی غلامی پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی تھی۔

جنگ کے قیدی :

جنگ ختم ہونے تک اسلام نے جنگی قیدیوں کو غلام کے طور پر رکھنے کی اجازت دی۔ جلد چار، جنگ کے قیدیوں کے لئے انسانی حقوق دیکھیں۔

امتیازی تعلقات

نسل پرستی، قبیلے اور قوم پرستی پر پابندی

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔یہ بدوی کہتے

ہیں کہ "ہم ایمان لائے"۔ ان سے کہو، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ "ہم مطیع ہو گئے"۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کر لو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔(49:13-14)

یہ بدوؤں کے قدیم اور معزز قبائل کی جانب اشارہ ہے۔ اگرچہ اس کا تعلق بنیادی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر بدوؤں سے ہے، لیکن اس کی درآمد عام اور گزری ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں تمام قبائلی ترجیحات اور تعصبات کی مذمت کی گئی ہے اور ان کو ترک کرنا سچے عقیدے کی شرط ہے۔

انسانیت ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہوئی ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیاتیاتی اصل کی یہ مساوات انسانی وقار کی مساوات کی عکاسی کرتی ہے۔ ایک دوسرے سے کسی کی برتری کے بغیر، سب ایک ہی انسانی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسانوں کی قوموں اور قبائل میں ترقی کا مقصد ان کے ظاہری اختلافات کی بنیادی وحدت کو سمجھنے اور اس کی تعریف کرنے کی باہمی خواہش کو کم کرنے کے بجائے فروغ دینا ہے۔ قرآن مجید اس کی مذمت کرتا ہے، اور پیغمبر نے تمام نسلی، قومی یا قبائلی تعصبات کی واضح طور پر مذمت کی ہے۔

نسل پرستی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین

نبی ﷺ کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں، جس میں انہوں نے نسل پرستی کی مذمت کی ہے" :وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قبائلی تعصب کا اعلان کرتا ہے، اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قبائلی تعصب کی بنا پر لڑتا ہے، اور وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو قبائلی تعصب کی بناء پر ہی مر جاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ "قبائلی جماعت کی شراکت داری "کے معنی بیان کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، "اس کا مطلب ہے آپ اپنی قوم کی کسی ناجائز مقصد میں مدد کریں۔ "لوگوں کی اپنے قومی یا قبائلی ماضی کی فخر کی بات کرتے ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "خدا نے آپ کے باطن سے کافر جاہلیت کا تکبر دور کر دیا ہے۔ انسان صرف ایک خدا کا سمجھدار مومن ہے یا بد قسمت گنہگار ہے۔

"تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔"

خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، "کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ کسی گورے آدمی کو کسی سیاہ فام آدمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، اور کسی سیاہ فام آدمی کو کسی گورے آدمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے تقوی کی بنیاد کے۔

خدا قیامت کے دن آپ کے نسب کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک ہے۔

مغربی تہذیب اور ہندومت میں ایک بڑی لعنت نسل پرستی کا رواج رہا ہے۔ کچھ یہودی اپنے آپ کو ابراہیمؑ سے نسب کی وجہ سے منتخب لوگ مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض عرب لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے برتر ہیں۔ طبقاتی امتیاز کو ہندو بھی رواج دیتے ہیں، جہاں برہمنوں کو برتر سمجھا جاتا ہے، اور شودروں کو کمتر اور ناپاک سمجھا جاتا ہے۔

اسلام نسلی مساوات پر زور دیتا ہے، اور نسلی امتیاز کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا حتمی امتحان باہمی تعلقات کی آمادگی ہے، اور انبیاء نے جان بوجھ کر اس مثالی غیر واضح کردار کو انسانیت کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے شادی کی ہے۔ مسلم تاریخ کے مطابق ابراہیم ؑ کی دوسری بیوی ہاجرہ ایک سیاہ فام افریقی تھیں۔ محمد ﷺ خود بھی عیسیٰ ؑ کی مانند سورج کی طرح سفید تھے۔۔لیکن انہوں نے ایک سیاہ فام عورت سے شادی کی اور اپنی بیٹی کو ایک سیاہ فام آدمی سے بیاہ دیا۔ آج ان کے پیروکار تمام رنگوں سے آتے ہیں۔ افریقہ کے سیاہ فام آدمی، ملائشیا کے بھورے مرد، چین کے پیلے رنگ کے مرد، ترکی کے سفید فام مرد۔ آج رنگین ہوش میں ایشیاء اور افریقہ میں اسلام نے جو اہم پیشرفت کی ہے اس کا تعلق اس واضح انداز سے ہے جس میں نسلی مساوات کے اصول کو اس کی تعلیمات میں شامل کیا گیا ہے۔

مجرمانہ قوانین

14

حلف اور گواہی دینا

خدا سے عہد

اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔ تمہاری حالت اُس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے آپ ہی محنت سے سُوت کاتا اور پھر آپ ہی اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تم اپنی قسموں کو آپس کے معاملات میں مکر و فریب کا ہتھیار بناتے ہو تا کہ ایک قوم دُوسری قوم سے بڑھ کر فائدے حاصل کرے حالانکہ اللہ اس عہد و پیمان کے ذریعے سے تم کو آزمائش میں ڈالتا ہے، اور ضرور وہ قیامت کے روز تمہارے تمام اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔(16.91-92)

جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، یہ جملہ انسان کے ذریعہ انسان کو دیا ہوئے، خدا سے ایک عہد کی نمائندگی کرتا ہے ۔ اس قسم کو نہ توڑیں جو آپ نے شعوری اور آزادانہ طور پر اٹھائی ہو۔ حلف توڑنا اپنے کیے گئے عہد کو توڑنے کے مترادف ہے۔ بغیر سوچ سمجھے یا کسی خوف دھمکی میں اس وعدے سے آپ مستثنیٰ ہیں کیوں کہ لوگ آپ سے زیادہ طاقت ور ہیں۔

وعدہ توڑنے کی اجازت کب ہے؟

اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو، جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ اور بندگان خدا کی بھلائی کے کاموں سے باز رہنا ہو۔ اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ جو بے معنی قسمیں تم بلا ارادہ کھا لیا کرتے ہو، ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو، ان کی باز پرس وہ ضرور کرے گا۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔(2:224-225)

یہ حکم امتیازی طور پر طلاق سے متعلق قسموں سے مراد ہے لیکن اس کی اصطلاح میں عام بات ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق متعدد مستند روایات ہیں" : اگر کوئی کوئی حلف اٹھاتا ہے (کہ وہ ایسا کرتا ہے یا اس طرح کے کام سے باز آجاتا ہے) اور اس کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ کچھ اور زیادہ نیک راستہ ہو گا، پھر وہ جو کام زیادہ نیک ہے وہ کرے اور وہ اس کی قسم کو توڑ دے اور پھر اس کا کفارہ دے۔

بغیر سوچ سمجھے قسم کا کفارہ

اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑ تا لیکن ان قسموں پر پکڑ تا ہے جن پر تم اپنے آپ کو پابند کرو، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا دینا ہے (ایسا کھانا) جو تم اپنے گھر والوں کو دیتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا گردن (غلام) آزاد کرنا، پھر جو شخص یہ نہ کر پائے تو پھر تین دن کے روزے رکھنے ہیں، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ، اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنے حکم بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔۔(5:89)

اس سے مراد وہ قسمیں ہیں جن کا مقصد اپنے آپ کو کسی ایسی چیز سے انکار کرنا ہے جس کی شریعت اسلامیہ ممنوع نہیں ہے، جیسے زندگی کی اچھی چیزیں اور بغیر کسی بیان کے تمام قسموں کو، جیسے غصے کے زیر اثر بیان کی گئیں۔ کفارہ کے امکان کا تعلق صرف "حلف " سے ہے۔ بغیر سوچ سمجھے۔"اور جان بوجھ کر قسموں کی پابندی نہیں کرنا جو دوسرے افراد کو متاثر کرتی ہے، جس پر مومن پابند ہے کہ وہ اپنی پوری صلاحیت سے پوری طرح وفاداری سے عمل کرے۔

عہد توڑنے والوں کے لئے سزا

(اور اے مسلمانو) تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا، کہیں ایسا نہ ہو کے کوئی قدم جمنے کے بعد اُکھڑ جائے اور تم اِس جُرم کی پاداش میں کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا، بُرا نتیجہ دیکھو اور سخت سزا بُھگتو۔ اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدے کے بدلے نہ بیچ ڈالو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے، اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو اُن کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔(16:94-96)

اگر آپ ایمان لانے کے بعد اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو، آپ خدا کو ناراض کر دیں گے، یا آپ کا قدم مضبوطی کے بعد پھسل جائے گا۔ آپ آخرت اور اس دنیا میں برائی کا مزہ چکھیں گے، کیونکہ وعدے توڑنے سے باہمی اعتماد میں بتدریج کمی اور معاشرتی تزئین کا زوال ہوتا ہے۔

گواہی دینا

- **(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھُوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر اُن کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گُزر جاتے ہیں۔(25:72)**
- **جو اپنی امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں، جو اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں۔(70:32-33)**

نفرت پر مبنی جھوٹی گواہی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو !اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دُشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پُوری طرح باخبر ہے۔(5:8)

حق پر گواہ رہو

- اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی پٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔(4:135)
- اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو،)۹ (اور اللہ کے عہد کو پُورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اِسی پر چلو اور دُوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔(6:152-153)

گواہی دیتے وقت، اس حقیقت کی اجازت نہ دیں کہ ایک آدمی اپنے مال کی دھونس پر آپ کے اپنے حق میں یا خلاف استعمال ہونے دے اور، غلط شفقت میں آکر کسی غریب پر حق سے زیادہ احسان بھی مت کریں۔ "جب آپ رائے دیتے ہیں "کے جملے (جب آپ بات کرتے ہیں) کسی بھی مضمون پر اپنی رائے ظاہر کرنے کے لئے لاگو ہوتے ہیں، چاہے اس کا اپنا تعلق ہو یا نہیں۔ خدا کے سچے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے (یا جھوٹ نہیں بولتے ہیں) اور نہ ہی وہ جان بوجھ کر کسی ایسی بات میں حصہ لیتے ہیں جو باطل پر مبنی ہے۔

15

قتل اور غیر ارادی قتل

بچے اور غربت کا خوف

اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔ اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کُھلی ہوں یا چُھپی۔ اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔(6:151)

اپنے بچوں کو مارنے سے مراد بچوں کا قتل اور اسقاط حمل ہے جس کا تعلق معاشی صورتحال سے ہوتا ہے۔ سوائے کسی قانونی سزا پر عمل درآمد، انصاف کی جنگ، یا جائز دفاع کے علاوہ انسانی جان مت لیں ۔

ساتھی مسلمان کا قتل

رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔(4:93)

مساوات کا اصول

قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کے وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اُس کی مدد کی جائے گی۔(17:33)

کسی کے حقوق کا محافظ عام طور پر ورثا یا حکومت کو لیا جاتا ہے جو اپنے تمام شہریوں کے "حقوق کی محافظ " سمجھی جاتی ہے۔ "غلط طریقے سے مارے جانے "کا جملہ صرف جان بوجھ کر قتل کرے ضمرے میں آتا ہے کیونکہ ظلم کا تصور صرف اور صرف غیر ارادی طور پر اور کبھی حادثاتی غلطیوں پر نہیں ہوتا ہے۔ مقتول کے حقوق کا محافظ اور انصاف کی عدالت، اصل قاتل کے سوا کسی پر بھی سزائے موت مسلط کرنے کی حقدار نہیں ہے، لیکن اگر

مقدمہ اس کی ضمانت دیتا ہے تو تخفیف کرنے والے حالات کو مانا جاسکتا ہے اور پوری طرح سے سزائے موت سے باز رکھا جاسکتا ہے۔ آنے والی زندگی میں، متاثرہ شخص کو خصوصی انعام سے نوازا جاتا ہے جو خدا ان سب کو عطا کرتا ہے جس میں وہ بغیر کسی قانونی یا اخلاقی جواز کے مارے گئے ہیں۔

سزا لازماً جرم کے مطابق ہو

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو غلام ہی قتل کیا جائے، اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو، تو معروف طریقے کے مطابق خوں بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خوں بہا ادا کرے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اس پر بھی جو زیادتی کرے، اس کے لیے دردناک سزا ہے۔ عقل و خرد رکھنے والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کروگے۔(2:178-179)

قرآن مجید میں یہاں عمومی قتل کے مقدمات کی بات کی گئی ہے، انتہائی اشتعال انگیزی، مجرمانہ قتل، حادثاتی قتل وغارت گری، اور اسی طرح کے باقی قتل عام کے واقعات شامل ہیں۔ زیادہ تر پرانے مفسرین کے مطابق، مذکورہ عبارت کے آغاز میں قصاص کی اصطلاح، تقریباً مساوات کے مترادف ہے اور کسی چیز کو دوسری چیز کے برابر بناتی ہے، اس مثال میں سزا کو جرم کے برابر یا مناسب بنا دیتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ اس کا بدلہ بدلہ نہیں بلکہ "محض انتقام" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ واضح ہے کہ کسی زندگی کے لئے، ایک انتقامی کارروائی کی اصطلاح میں شامل زندگی کا حصول، ہر معاملے میں، مساوات کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہوگا۔

اس آیت (4:92 نیچے ملاحظہ کریں) میں واضح کیا گیا ہے، کہ غیر ارادتاً قتل عام سے متعلق قانونی معاوضے سے نمٹا جانا چاہئے۔ اس لفظ کو اگر پڑھیں" صرف بدلہ، "جو اس حوالہ سے تعبیر ہوتا ہے، یہ شرط "آزاد کے لئے آزاد، غلام کے لئے غلام، عورت کے لئے عورت "کو اس کے محض لفظی معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔

لہذا، مذکورہ بالا شرائط کو اظہار خیال کے انداز (اعجاز) کی ایک مثال کے طور پر سمجھا جانا چاہئے جس کا قرآن مجید میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے۔؛ اگر کسی غلام نے جرم کیا تو اسے سزا ملے، آزاد نے کیا تو اسے سزا ملے، قصوروار شخص کی حیثیت کچھ بھی ہو، اسے اکیلے ہی جرم کی مناسب انداز میں سزا دی جائے، " . علی ھذا القیاس۔۔۔"

حالات کو کم کرنا

"اگر [اس کے جرم کی کوئی چیز] اس کے بھائی کے ذریعہ کسی قصوروار کو پہنچا دی جائے "تو اس جملے سے مراد قتل کے معاملے میں تخفیف شدہ صورتحال پیدا کرنا ہے۔ مقدمے کی سماعت کا مقدمہ مجرمانہ قتل یا قتل عام کے زمرے میں آتا ہے، اس طرح اس سے سزائے موت کو کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے۔ قرآنی معافی اور عملی طور پر برداشت کو بڑھاوا دینے کی تکرار کے ساتھ، مذکورہ بالا معافی معاوضے کے کسی بھی دعوے کی جزوی یا اس سے بھی

پوری طرح چھوٹ سے متعلق ہو سکتی ہے، خاص طور پر حادثاتی قتل عام کے معاملات میں۔ "اپنے بھائی " سے حیاتیاتی بھائی مراد نہیں ہیں۔ اس سے "اس کے اسلامی بھائی "یا اس کے ساتھی آدمی کی نمائندگی ہوتی ہے۔ کسی بھی اصطلاح میں، پوری برادری، یا اس کے قانونی اعضاء، شامل ہیں۔

مالیاتی معاوضہ

اگر قصوروار پر سزائے موت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا ہے تو، پھر مقتول کے ورثاء کو معاوضہ دیا جاتا ہے، یا ہرجانہ کی ادائیگی کے ذریعہ معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ لفظ "ہرجانہ "اپنے آپ کو یا قرض سے بری کرنے کے ایک عمل کی نشاندہی کرتا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ مجرم شخص پر عائد قانونی تلافی کی جائے۔ یہ معاوضہ یا ہرجانہ اچھے انداز میں دیا جانا ہے۔ -ملزم کی صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے اور بعد میں، اپنی مرضی سے اور خلوص نیت سے اپنی ذمہ داری سے بری کر کے۔

مذکورہ آرڈیننس میں سزا کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو سزا کے طور پر جان بوجھ کر جرم کرتے ہیں۔ محض انتقام کا مقصد بدلہ نہیں بلکہ تحفظ اور ایک برادری کی حیثیت سے آپ کے لئے ایک حفاظت کا تحفظ ہے تاکہ آپ سلامتی میں رہ سکیں، کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ آپ زندہ رہیں۔

قتل عام کا بدلہ

کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے، اِلّا یہ کہ اس سے چُوک ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفّارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے، اِلّا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفّارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔(4:92)

مقتول کے وارث یا منحصر افراد اس وقت تک معاوضے کے مستحق ہیں جب تک کہ وہ خیرات کے ذریعہ اسے ترک نہ کر دیں۔ کسی مومن روح کو غلامی سے آزاد کرنے سے مراد وہ افراد ہیں جنھیں کسی جنگ میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اگر ایک مقتول شخص کا تعلق کسی دشمن سے ہے جو مسلمانوں سے جنگ لڑ رہا ہے تو، ورثاء کو معاوضہ ادا کرنا ممکن نہیں ہو گا، لیکن پھر بھی غلام کو آزاد کرنا حکومت وقت کے ہاتھ میں ہے۔ اگر مقتول ایک غیر مسلم ہے جس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کے ساتھ مسلمانوں کے معمول کے مطابق، پرامن تعلقات ہیں، تو یہ سزا وہی ہے جو قتل کے جرم میں، اسی طرح کے حالات میں، کسی دوسرے ساتھی کے مومن کے لئے عائد کی گئی ہے۔

اگر کوئی قصوروار معاوضہ ادا کرنے اور کسی غلام کی آزادی خریدنے کا متحمل نہیں ہو سکتا یا غلام کو آزاد ہونے کا پتہ نہیں چلتا تو، وہ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے کے لئے مقررہ طریقے سے مسلسل دو ماہ روزے رکھے گا۔ جو لوگ قتل کرتے ہیں اور اس سے فرار ہو جاتے ہیں ان کو آنے والی زندگی میں خوفناک تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قتل وغارت گری یا مجرمانہ قتل عام بغیر کسی پیشگی اور نام نہاد "بغض کی مذمت سے پہلے (قتل سے پہلے برے ارادے) کے بغیر کسی دوسرے شخص کا غیر قانونی قتل ہے۔ کسی کو جان سے مارنے یا مہلک صورتحال پیدا کرنے کا کوئی سابقہ ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ قتل سے ممتاز ہے۔ قتل عام کی دو سطحیں ہیں، رضاکارانہ اور غیر رضاکارانہ۔

رضاکارانہ قتل میں جذبہ حرارت میں یا جرم کرتے ہوئے قتل کرنا شامل ہے۔ غیر اخلاقی قتل وغارت گری اس وقت ہوتی ہے جب لاپرواہی والی ڈرائیونگ جیسی وجوہات کی وجہ سے موت واقع ہوتی ہے۔ بہت سے قانونی نظاموں میں، ایک سنگین جرم، بہت سنگین جرائم کی اصطلاح ہے، جبکہ بدانتظامیوں کو کم سنگین جرائم سمجھا جاتا ہے۔ جن جرائم کو عام طور پر سنگین سمجھا جاتا ہے ان میں دیگر جرائم کے علاوہ قاتلانہ حملے، آتش زنی، چوری، قتل اور عصمت دری بھی شامل ہیں۔

بعد کی زندگی میں نتائج

ایک صحیح سند سے ملنے والی حدیث کے مطابق، اگر کوئی شخص اپنے کسی گناہ کے علاوہ پر تشدد موت سے مر جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، کیونکہ اس کے پاس توبہ کرنے کا وقت نہیں تھا۔ غیر منقولہ قتل کے معاملات میں، قتل کے گناہ کے علاوہ، قاتل پر بوجھ پڑتا ہے مقتول کے ان گناہوں کا جو اس کے بے گناہ قتل نے ماضی میں انجام دیا تھا اور جس میں اب مقتول کا قتل بھی شامل ہے۔

16

چوری کرنا

ہاتھ کاٹنا

اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔(5:38)

پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔(5:39)

اسلام سے پہلے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا نظریہ پہلے سے موجود تھا اور اس کا رواج اسلام سے پہلے کے عرب ممالک میں تھا۔ عہد نامہ میں مارک 4: 33 میں، یسوع نے بھی ہاتھ کاٹنے کے بارے میں ایک حوالہ دیا" :اور اگر آپ کا ہاتھ آپ کو مجروح کرتا ہے تو اسے کاٹ دو، آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ دو ہاتھ رکھنے کے سبب زندگی میں داخل ہوں جہنم میں جانے کے لئے، اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھائے جائیں گے"۔

روایتی وضاحت

مذکورہ آیات کی روایتی وضاحت یہ ہے کہ حکام سزا یافتہ چور کا ہاتھ کاٹ دیں۔ اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی پر اس سے متعلق حق دیے بغیر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا ہے۔ قرآنی عذاب کی انتہائی سختی کے اس اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ متعدد قرآنی احکامات اور نبی اکرم ﷺ کے احکامات سے ظاہر ہے کہ معاشرے یا ریاست کو اتنا تشکیل دینا چاہیئے کہ ہر فرد کم سے کم مادی بہبود اور سلامتی سے لطف اٹھائے اور دوسروں کی حق تلافی نہ کرے۔

اگر لوگوں کی اکثریت اپنی روزمرہ کی روٹی کی تلاش میں اپنی تمام تر توانائیاں استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے تو غربت، روحانی ترقی کی سب سے خطرناک دشمن بن جاتی ہے۔ غالباً یہی بات نبی ﷺ کے ذہن میں تھی جب انہوں نے انتہاہی الفاظ کہے، "غربت حق کے انکار [کفر] میں بدل سکتی ہے"۔

- تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔(3:140)
- کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا۔یافاقے کے دن، کسی قریبی یتیم،یاخاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اِس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دُوسرے کو صبر اور (خلقِ خدا پر) رحم کی تلقین کی۔(13:90-17)
- یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں۔(9:60)

اس معاشرتی تحفظ کا جو اسلام کے ذریعہ تصور دیا گیا ہے یہ اسی پس منظر میں ہے جو قرآن نے ہاتھ کاٹنے اور ڈکیتی کی سزا کے طور پر ایک ہاتھ کاٹنے کی سخت سزا عائد کر دی ہے۔ یہ اس اصول کی صحیح تعریف تھی کہ عظیم خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے دور میں ہاتھ کاٹنے کی سزا معاف کر دی، جس قحط نے ان کے دور حکومت میں لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کیں تھیں۔ چونکہ اس قحط کی وجہ سے عالم اسلام میں غربت بہت بڑھ رہی تھی، لہذا خلیفہ عمر کی مثال پر عمل کرتے ہوئے ہاتھ کاٹنے کا قانون چھوڑا جائے۔ اس دوران بیشتر حکام عوامی خزانے، کھانے کی اشیاء اور دیگر معمولی چیزوں سے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے سے مستثنیٰ ہوں گے۔

متبادل نقطہ نظر

علامتی معنی

عربی ترجمہ شدہ لفظ کاٹنا جو کہ آیت 5:38 میں آیا ہے وہ قرآن میں اسی فعل کی شکل میں چودہ دیگر بار استعمال ہوا ہے، اور دو استثناء کے ساتھ، دیگر تمام واقعات کا مطلب ہے "تعلقات کو ختم کرنا "یا" کتر دینا "کی غیر نفسیاتی یا استعاراتی معانی کے طور پہ استعمال ہوا ہے۔ نیز عربی زبان کا لفظ "ایدی"ہاتھ، قرآن مجید میں استعاراتی انداز میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا مطلب ہے "طاقت و قوت" ہے جسکا مطلب مجرم کو سزا میں نا صرف جسمانی طور پہ ہاتھ کاٹا جائے بلکہ اس کی طاقت و قوت کے منبع کو ختم کیا جائے۔
کلاسیکی عربی محاورہ میں، "کسی کے ہاتھ کاٹنا "اکثر کسی کی طاقت کو ختم کرنے کا بھی مترادف ہے۔ متبادل انسانی تشریح ہاتھ کاٹنے کے علامتی معنی پر مبنی ہے جو مظلوم کو معاوضہ دینے کے لئے اس کے وسائل سے چور کو محروم کر رہی ہے - قاتل کی زندگی کو صرف معاوضے میں بچانے کے لئے بھی ایسا ہی تصور ہو گا۔(تفصیلی وضاحت کے لئے، ڈبلیو محمد کے ذریعہ اسلام کے بارے میں 50 عام غلط فہمیاں ملاحظہ کریں)

جھوٹا الزام لگایا جانا

یوسفؑ کی کہانی اس کی عمدہ مثال ہے کہ کیوں چور کا ہاتھ کاٹا جانا چاہئے۔ جب ان کے بھائی بنیامین پر بادشاہ کا پیالہ چوری کرنے کا جھوٹا الزام لگایا گیا (12: 70-79)، تو یوسفؑ نے بنیامینؑ کا ہاتھ نہیں کاٹا تھا بلکہ اس کے بجائے اسے غلام بنا کر رکھا تھا۔ اگر بنیامین ؑ کے معاملے میں بھی مبینہ چور پر الزامات عائد کیے جانے یا جھوٹے الزام لگائے جائیں تو کیا ہو گا؟ بے قصور ہونے والے ملزم چور کا ہاتھ کاٹنا سنگین ظلم ہو گا۔ اس لئے بغیر پختہ ثبوت کے اس سزا

پر عملدرآمد ظلم ہو گا۔لہذا ایسی سزا جس میں آپ مجرم کو معاشرے کے لئے عبرت بنا کے باقی افراد کو اس سزا سے محفوظ رکھنا چاہتے ہوں تو مجرم کو سزا پختہ اور واضح ثبوتوں کی بنا پر دی جائے گی۔

اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔ مگر جو برائی کما لے تو اس کی یہ کمائی اُسی کے لیے وبال ہو گی، اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے اور وہ حکیم و دانا ہے۔ پھر جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا اُس نے تو بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔(4:110-112)

مذکورہ آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمحا نامی شخص کے معاملے میں نازل ہوئی تھیں، جس نے کسی دوسرے شخص کا اسلحہ چوری کر کے ایک یہودی کے گھر میں چھپا دیا تھا۔ اس زرہ کے مالک نے یہ معاملہ پیغمبر ﷺ کے سامنے رکھا اور تمحا پر الزام لگایا نہ کہ اس چوری کا الزام یہودی پر لگایا۔ ملزم، اس کے عزیز و اقارب اور پورے قبیلہ نے تمحا کا زبردست دفاع کیا اور یہودی کو مجرم قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرنے ہی والے تھے کہ مذکورہ آیات نازل ہو گئیں۔ بے گناہ یہودی کو بری کر دیا گیا اور تمحا کو قصوروار ٹھہرایا گیا۔ تمحا نے مدینہ چھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کھل کر کفار مکہ میں شامل ہو گیا۔ اگر اس بے گناہ یہودی کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تو کسی بے گناہ شخص کو ناقابل واپسی جرمانے کی سزا دے کر، یہ سراسر ناانصافی ہوتی۔

مساوات کا اصول

لفظی طور پر چور کا ہاتھ کاٹنا قرآن مجید کے مہربان خدا کی عام روش کے خلاف ہے۔ سزا جرم کی شدت، برابری کے اصول کے مطابق ہونی چاہئے۔ ناقص سزا، مسلط کرنا انسانی ہاتھوں کو کم مادہ چیزوں کے معاوضے کے طور پر مساوات کے اصول کی خلاف ورزی نہیں بلکہ معاشرے میں موجود شریر عناصر سے باقی افراد کو محفوظ بنانا ہے۔

چور سے بھکاری بنا دینا

ہاتھ کا کاٹنا متضاد ہے اور وہ چور کو صرف بھکاری میں بدل دے گا، جو معاشرے کے لئے نشان عبرت بن جائے گا اور معاشرے میں موجود باقی افراد جب کے ذہن میں ایسا کوئی منصوبہ ہو بھی جس سے مفید معاشرے کو خطرہ ہو، اپنے منصوبے سے باز رہیں گے۔

سزا کا وسیع پیمانہ

پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔(5:39)

اگر کوئی مجرم اپنے جرم کا نشانہ بننے والے شخص کو معاوضہ دے کر اس جرم کی اصلاح کرتا ہے تو جج اس چور کو معاف کر سکتا ہے۔ اوپر ملاحظہ کریں (5:45) جہاں سزا سے زیادہ معافی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جرم کا نشانہ بننے والے چور کو رحمدلی سے معاف کر سکتا ہے۔ اگر چور نے پہلے ہی چوری

کرنے کے لئے ہاتھوں کی کٹنے کی سزا پالی ہے تو پھر توبہ اور معافی کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ کٹنے والے ہاتھوں کی سزا شاذو نادر ہی لگائی جانی چاہئے اور ان مجرموں کو ان کے متاثرین کو معاوضہ ادا کرنے اور جیل میں وقت گزارنے کے لئے بنایا جانا چاہئے۔

قرآن مجید میں قتل کے معاملے پر غور کریں (جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے،) جو چوری سے کہیں زیادہ سنگین جرم ہے۔ آیت 4:92 ایک مومن کے حادثاتی قتل سے متعلق ہے۔ نہ تو سزائے موت دی جاتی ہے اور نہ ہی جیل کا وقت ہے اگر مقتول کے ورثاء معافی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اسے مقتول کے لواحقین کو مالی معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔ آیت 178 :2 قتل کے دوسرے مقدمہ سے متعلق ہے جب کسی کو قتل کرنا تھا۔ اس آیت میں قاتل کی جان بچانے کا اختیار بھی فراہم کیا گیا ہے، اگر ہلاک ہونے والے شخص کے اہل خانہ کو اس سے اتفاق ہوتا ہے تو وہ معاوضے کے ساتھ اس کو معاف کر کے سزا سے بچا سکتے ہیں۔ لہذا، اسلام میں، متاثرہ افراد اور لواحقین کے اہل خانہ کو اپنے اوپر ہونے والے تمام جرائم کی سزا کی مقدار طے کرنا ہو گی۔ اگر قتل کے جرم کے لئے معاوضہ قبول کیا جا سکتا ہے تو، یہ غیر منطقی بات ہے کہ چوری کے بہت کم جرم کے لئے اسی طرح کی سزا کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ سعودی عرب واحد اسلامی ملک ہے جہاں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا عمل ابھی بھی جاری ہے۔ باقی عالم اسلام نے اس سزا کو معطل کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں معاشرتی جرائم کی شرح انتہائی کم درجے کی ہے۔ یورپ اور باقی ترقی یافتہ ممالک، قوانین اور انسانی حقوق میں حد درجہ ترقی کے باوجود معاشرتی اور اخلاقی پستی کی جانب گامزن ہیں۔

علامتی سزا

اسلامی قانون کے تحت طے شدہ بہت ساری سزائیں بڑی حد تک علامتی ہیں اور ان کا مقصد جرم کی سنگینی پر زور دینا ہے۔ غربت کے حالات میں، چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنا اب قابل اطلاق نہیں ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ ان سزاؤں کا مقصد لوگوں کے تحفظ کی خاطر شریر عناصر کو ڈرانا ہے۔

17

جنسی گناہ (جنسی زیادتی، حرام کاری، زنا اور ہم جنس پرستی)

فحش اور غیر مہذب سلوک

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں اُن دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (4:15-16)

فاحشہ کا معنی ہے

فحش کا اظہار غیر قانونی جنسی عمل سے تعبیر نہیں ہوتا۔ اس سے کسی بھی ایسی چیز کی نشاندہی ہوتی ہے جو بے حد ناقص، غیر منقولہ، فحش، غیر مہذب، یا الفاظ یا فعل میں مکروہ ہے اور یہ کسی بھی طرح جنسی زیادتیوں تک محدود نہیں ہے مگر یہ اس کے قریب تر ہے۔ یہ اظہار یہاں غیر اخلاقی طرز عمل کی نشاندہی کرتا ہے جس میں ضروری نہیں کہ زنا یعنی زنا یا زناکاری کو قرار دیا جائے۔ یہ قابل ذکر ہے کہ مبینہ طور پر جنسی زیادتی یا بد سلوکی کے تمام معاملات میں، قرآن دیگر چار عدالتی مقدمات میں مطلوب دو کے بجائے چار گواہوں کے براہ راست شواہد کا پابند ہے، کیونکہ یہ جرم ثابت ہونے کے بغیر ہے اور اس کی سزا سخت ہے۔ ایسا جرم ثابت ہونے پہ سزا دینا لازم قرار پاتا ہے۔

بدکاری اور زناکاری

زنا کی تعریف

زیادہ تر مغربی زبانوں میں، زنا کو شادی شدہ مرد کے ساتھ اس کی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ یا شادی شدہ عورت کے اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کے ساتھ جماع کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ زنا کرنا دو غیر شادی شدہ افراد کے مابین جنسی عمل ہے۔ زنا اور زناکاری میں قرآن تمیز نہیں کرتا۔ اصطلاح زنا، جیسا کہ قرآن مجید میں مستعمل ہے، ایک مرد اور ایک دوسرے کے ساتھ شادی نہ کرنے والی عورت کے مابین رضاکارانہ جنسی عمل کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے ان دونوں میں سے ایک یا دونوں کی شادی دوسرے افراد سے ہو۔ سادگی کی خاطر، زنا کو " زناکاری " اور اس میں قصوروار کرنے والے کو "زانی " یا " زانیہ " کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

تین عظیم گناہ

جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اُس کو مکرّر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلّت کے ساتھ پڑا رہے گا۔(25:68-69)

جو شخص اس آیت میں مذکور تین بنیادی گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کرتا ہے اسے قیامت کے دن اس کی تکلیف دوگنی ہو جائے گی۔

بدکاری اور زناکاری کی سزا

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام ہم نے ہی فرض کیے ہیں اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ بدکار عورت اور بدکار مرد پس دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو دُرّے مارو، اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔ بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرکہ کے نکاح نہیں کرے گا اور بدکار عورت سے سوائے بدکار مرد یا مشرک کے اور کوئی نکاح نہیں کرے گا، اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔ (24:1-3)

زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت بُرا فعل اور بڑا ہی بُرا راستہ۔(17:32)

خدا کی اس سورت کے تناظر میں خصوصی اہمیت کی شرائط تسلسل میں بیان کردہ احکامات کی بنیاد سے مربوط ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے سیدھے سادے الفاظ سے غیر منسلک کٹوتیوں، حوالوں، یا کسی بھی دوسرے معاملات کے ذریعہ ان احکامات کو وسیع کرنے یا اس کی وضاحت کرنے کی کسی بھی کوشش کے خلاف ایک خصوصی انتباہ کا ضروری ہے۔

مشرک اور مشرکہ

مرد کے لئے مشرک اور عورت کے لئے مشرکہ عام طور پر ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتی ہیں جو خیالی دیوتاؤں یا خدا کی طاقتوں سے دوسروں کا وابستہ ہونا مانتا ہے یا جو یہ مانتا ہے کہ کسی بھی مخلوق کا اس کی خصوصیات یا طاقتوں میں حصہ ہے۔ یہ اصطلاحات یہاں زنا کے تناظر میں وسیع تر استعاراتی معنی میں استعمال کی گئی ہیں جو اس کی نشاندہی کرتی ہے جو اپنی ہوس کا ارتکاب کرتا ہے یا خدا کے ساتھ شانہ بشانہ مقام یا مقام کی خواہش رکھتا ہے اور اس طرح اس کے بتائے ہوئے اخلاقیات اور اخلاقیات کے اصولوں کی توہین کرتا ہے۔

مفسرین میں سے کچھ مندرجہ بالا حوالہ کو حکم کے معنی میں سمجھتے ہیں" :زانی شخص زناکار یا مشرک کے سوا کسی کے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔ اور زانی کے علاوہ کوئی بھی اس سے زناکار یا مشرک کے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔ "یہ تشریح متعدد بار مانی گئی ہے۔

قرآن مجید کبھی بھی کسی مومن کے نکاح کی نشاندہی نہیں کرتا ہے، ہاں البتہ اگر اس نے اس اصطلاح کے انتہائی دل چسپ معنی میں، کسی کافر کے ساتھ، گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ اسلامی قانون کا ایک بنیادی اصول ہے کہ ایک بار جب فاسق شخص کو اس کی قانونی سزا دے دی جاتی ہے تو اس سزا کو اس کا لازمی طور پر کفارہ سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا حصے میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور اسے حکم امتناعی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ زنا ایک ناجائز جنسی اتحاد ہے، لہذا اینکحو، جو اس حصے میں دو بار آیا ہے، اس کا رواج نہیں ہو سکتا، جس کی" وہ شادی کرتا ہے "کے مخصوص معنی رکھتا ہے، لہذا اس کو عمومی نہیں سمجھنا چاہئے - یہ حلال اور غیر قانونی جنسی جماع دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔"اس کے ساتھ جوڑے ". اسی معنی میں ہے کہ عظیم مفسر ابو مسلم (جیسا کہ الرضی کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے) مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ دونوں شراکت دار یکساں طور پر قصوروار ہیں چونکہ وہ شعوری طور پر اپنا گناہ کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی بہکایا جانے کی وجہ سے معاف نہیں کیا جا سکتا۔

کوڑوں کی سزا

سو کوڑوں کی سزا اس طرح انجام دی جانی چاہئے کہ اس کے اثرات صرف جلد تک ہی محدود رہیں اور اس کے نیچے گوشت تک نہ پہنچ جائیں۔ کوڑے مارنا جو گہرے زخموں یا یہاں تک کہ ان کے وہ گہرے زخموں کا سبب بنتا ہے جو اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ پیغمبر ﷺ نے ہدایت دی کہ ایک کوڑا یا چھڑی نہ تو زیادہ موٹی اور نہ ہی سخت اور نہ ہی پتلی اور نا ہی بہت نرم ہونی چاہئے بلکہ اس کی اوسط کثافت ہونی چاہئے۔ پٹیوں سے کوڑے مارنے کی نوعیت قرآن مجید میں لفظ فجلیدہ میں مضمر ہے۔ جلد کا لفظ جِلد سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے جلد۔ لغت نگاروں اور تبصرہ نگاروں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ کوڑے مارنے والے اثرات صرف جلد تک ہی محدود رہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قانون کی حد کو ہر طرح کے حالات میں قائم کیا اور معاشرتی برائیوں میں کسی قسم کی چھوٹ نہ دی تاکہ باقی لوگوں کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔

زناکاری یا بدکاری کے جرم کی سزا کو قائم کرنے کے لئے ضروری سخت ثبوت اور انتہائی رازداری کے ساتھ جس کی وجہ سے یہ جرائم ہوتے ہیں، ان کے لئے قانون کی سزا بڑی حد تک علامتی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ اس طرح ہی شاید ان سے نمٹا جا سکے۔ عوام میں سزا دی جانی چاہئے۔ سزا کے دوران موجود لوگوں کی تعداد کو جان بوجھ کر غیر یقینی طور پر چھوڑ دیا گیا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب سزا ہو رہی ہو تو اس کی تشہیر کی جانی چاہئے۔ مذکورہ آیت میں زنا کے جرم میں غیر شادی شدہ کو سنگسار کرنے کی بائبل کی سزا کو منسوخ کیا گیا ہے اور اس کی جگہ کوڑے مارنے کی جگہ دی گئی ہے۔

سنگسار کرنا

مدینہ کے یہودیوں نے ابتدائی مسلمانوں کو سنگسار کرنے کی بائبل والی سزا کے بارے بتایا۔ تاریخ میں یہ موجود ہے کہ مدینہ کے یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ پیغمبر نے ان سے پوچھا، "آپ کی کتاب]تورات [میں اس گناہ کی قانونی سزا کیا ہے؟ "انہوں نے جواب دیا، "ہمارے کاہنوں نے چار کول کے ساتھ ملزمان کے چہروں کو کالا کر کے اور پھر عوام کے سامنے گھمانے کی بدعت ایجاد کی ہے"۔ عبد اللہ ابن سلام نے کہا، "اے اللہ کے رسول ﷺ، ان سے کہیں کہ توریت لائیں"۔

جب تورات کو لایا گیا، اور مدینہ کے یہودیوں سے تعلق رکھنے والے راوی نے زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کے سلسلے میں آیت پر ہاتھ رکھا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کیا ہوا اس کو پڑھنے لگا۔ تب ابن سلام نے اس سے کہا، "اپنا ہاتھ اٹھاؤ "! بائبل کی آیت اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ تو پیغمبر نے حکم دیا کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ اس روایت سے سبق حاصل کیا گیا ہے کہ اسلامی قوانین کے تحت غیر مسلموں کو ان کے متعلقہ قوانین سے چلنا چاہئے۔

حدیث میں زنا کا سب سے اہم واقعہ مائز بن مالک السلمی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کیا، جنہوں نے ان سے منہ موڑ لیا اور کہا، "واپس جائیں اور خدا سے مغفرت کی دعا کرو۔ "مائز نے چار مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔ تب بھی اس نے کہا، "اگر آپ اسے خفیہ رکھتے، تو یہ آپ کے لئے بہتر ہوتا۔ "پھر انہوں نے مائز رضی اللہ عنہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس میں زنا کے علاوہ کسی بھی گناہ یا جرم کے لئے سنگسار کرنے کی سزا مقرر کی گئی ہو۔ دوسری طرف، حدیث ادب میں متعدد واقعات درج ہیں جہاں پیغمبر نے زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کا حکم دیا تھا اور زنا کے لئے ایک سو کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا۔

صحیح بخاری سے حدیث کی ایک دلچسپ روایت، اشع شیبانی نے نقل کی ہے، اس سے متعلق ہے" : میں نے عبد اللہ بن ابی اوفا سے پوچھا، 'کیا خدا کے رسول ﷺ نے سنگسار کرنے کی سزا پوری کر دی؟ 'انہوں نے کہا، 'ہاں۔ 'میں نے کہا، سور نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ اس نے جواب دیا، 'مجھے نہیں معلوم (824-8) "۔

زنا سے متعلق تمام روایات کا جائزہ لیتے ہوئے، یہ واضح ہے کہ تقریبا تمام معاملات میں، قصوروار فریقین نے اعتراف کیا اور سنگسار کرنے کی سزا رضاکارانہ تھی۔ اعتراف جرم کی عدم موجودگی میں، چار عینی شاہدین کا تقاضا ہوتا ہے۔ الوداعی زیارت کے دوران اور اپنے آخری عوامی خطاب خطبہ حجتہ الوداع میں، پیغمبر ﷺ نے بدکرداری کے جرم کی سزا دینے کی تلقین کی" : اے مرد، تمہاری عورتوں سے متعلق اور تمہاری عورتوں کا تمہارے لئے ایک حق ہے۔ یہ آپ کا حق ہے کہ وہ کسی سے بھی بدتمیزی نہ کریں جو آپ کو پسند نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ کبھی بھی زنا کا ارتکاب نہیں کرتیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتے ی ہیں تو پھر خدا نے آپ کو ان کو ان کے گھروں میں الگ تھلگ کرنے اور ظلم کے بغیر سزا دینے کی اجازت دی ہے۔ زناکاری اور زناکاری کے جرم میں کوڑے مارنے کی قرآنی سزا شادی سے باہر متفقہ جنسی تعلقات پر لاگو ہوتی ہے، جبکہ سخت سزا جرم عصمت دری یا عصمت دری کے گناہوں کے لئے مختص ہے۔

کسی کی بیوی پر زنا کا الزام لگانا

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے۔ اور پانچویں بار کہے کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اُس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔ تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا التفات فرمانے والا اور حکیم ہے، تو بیویوں پر الزام کا معاملہ تمہیں بڑی پیچیدگی میں ڈال دیتا(24-6:10)

شوہر کے الزام کو صحیح سمجھا جائے گا اگر بیوی اس کے برعکس قسم اٹھانے سے انکار کرتی ہے اور اگر وہ صداقت کے ساتھ اس کے خلاف اپنا جواب بیان کرتی ہے تو اسے غلط قرار دیا جاتا ہے۔ مذمت کا یہ حلف جرم کے سوال کو قانونی طور پر غیر یقینی طور پر چھوڑ دیتا ہے۔ فریقین تمام قانونی نتائج سے باز رہیں گے ورنہ زنا پر شریک ہونا، واحد نتیجہ لازمی طلاق ہے۔ مذکورہ بالا آخری جملہ جان بوجھ کر ادھورا رہ گیا ہے، جس سے انسان یہ تصور کر کے رہ جاتا ہے کہ اگر خدا نے ممکنہ طور پر جھوٹے الزامات کے خلاف تمام قانونی اور اخلاقی حفاظت کا بندوبست نہ کیا ہوتا یا اگر اس نے محض اس پر انحصار کرنے کا ثبوت دیا ہوتا۔

عصمت دری

قرآن مجید عصمت دری کے معاملے پر توجہ نہیں دیتا۔ زنا اور زنا کو ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کا تقاضا صرف شادی سے باہر متفقہ جنسی تعلقات کے معاملات میں ہوتا ہے نہ کہ عصمت دری کے معاملات میں۔ صرف ایک احمق ہی عصمت دری کو متفقہ جنسی تعلقات کے مترادف سمجھتا ہے۔ اگر اتفاق رائے سے جنسی تعلقات کے بارے میں چار گواہان درکار ہوں تو زیادتی کرنے والے کو انصاف کے کٹہرے میں لانا ناممکن ہو گا۔ عصمت دری کے معاملے میں، ان مقدمات کی سماعت کے لئے تمام جدید جسمانی اور طبی ثبوت استعمال کیے جانے چاہئیں۔ اگر عصمت دری معقول شک سے بالاتر ثابت ہو جاتی ہے، تو زیادتی کرنے والے کو سخت سزا ملنی چاہئے، کیونکہ زیادتی کرنے والے اور بچوں سے بدکاری کرنے والے شاذونادر ہی اپنے طریقے بدلتے ہیں اور معاشرے کو مستقل خطرہ بناتے ہیں۔

ہم جنس پرستی

یہ وہی جرم ہے جو قوم لوط کرتی تھی۔ یہ دنیا کی سرکش، متمرد اور بد اخلاق قوم تھی، ان سب برائیوں کے ساتھ ساتھ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد بھی تھی، وہ یہ کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لیے عورتوں کے بجائے لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے، دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اب تک کوئی رواج نہ تھا، یہی وہ بدبخت قوم تھی جس نے اس ناپاک عمل کو شروع کیا تھا، اور اس سے بھی زیادہ بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے، بلکہ کھلم کھلا فخر کے ساتھ اس کو کرتے رہتے تھے۔ اس قوم پر عذاب کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے، لہذا یہ فعل مکمل طور پر قابل مذمت ہے اور اس کی سزا حدیث کے مطابق فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنا ہے۔

متعدد نظریات کسی شخص کے جنسی رجحان کی ابتداء کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ شاید ماحولیاتی، علمی اور حیاتیاتی عوامل کی پیچیدہ بات چیت کا نتیجہ ہے۔ جینیاتی یا پیدائشی ہارمونل عوامل کسی شخص کی جنسیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہم جنس پرستی کے بارے میں تنازعہ فطری ہے، یا کوئی منتخب جاری شدہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہم جنس پرستی کو گناہ قرار دیا۔ اخلاقیات کے قرآنی نظریے کے مطابق، جنسی تعلقات کا حق نہیں ہے بلکہ یہ ایک اعزاز ہے کہ فرد اور اولاد کی خاطر شادی کی حدود میں ہی افراد کو حاصل ہو جاتا ہے۔ نکاح سے باہر ہم جنس پرست جنسی تعلق ایک گناہ کبیرہ ہے، جبکہ نکاح کے اندر جنسی تعلقات ایک نیک عمل ہے کیونکہ یہ انسانیت کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اسلام میں شادی مرد اور عورت کے مابین سختی سے ہوتی ہے۔ ہم جنس پرست رویے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے کیونکہ اگر کسی برادری کے بیشتر افراد میں ہم جنس پرست ہوں گے، جیسا کہ سدوم اور گومورہ کے معاملے میں، نسل کا کوئی امکان نہیں بچے گا، تو اس معاشرے کا کوئی مستقبل نہیں ہو گا اور بالآخر معدوم ہو جائے گا۔

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر سدوم پہنچے، اور لوط علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوئے، اور یہاں یہ فرشتے خوب صورت اور نوجوان لڑکوں کی شکل میں تھے، لوط علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو بہت پریشان ہوئے کہ اب نہ جانے قوم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، ابھی وہ اسی پریشانی میں تھے کہ قوم کو خبر ہو گئی اور وہ لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ گئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ ان کو ہمارے حوالہ کر دو، لوط (علیہ السلام) نے انہیں بہت سمجھایا، لیکن وہ نہ مانے، تو انہوں سخت پریشانی میں کہا: "کاش میں کسی مضبوط سہارے کی حمایت حاصل کر سکتا!"

فرشتوں نے ان کو پریشان دیکھ کر کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، ہم انسان نہیں ہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اور ان کے عذاب کے لیے نازل ہوئے ہیں، آپ راتوں رات اپنے خاندان سمیت یہاں سے نکل جائیں، تو فرشتوں کے پیغام کے بعد لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت بستی سے نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا اور یہیں رہ گئی، جب رات کا آخری پہر ہوا تو عذاب شروع ہو گیا، سب سے پہلے ایک سخت ہیبت ناک چیخ نے ان کو تہہ وبالا کر دیا، پھر ان کی آبادی کو اوپر اٹھا کر زمین کی طرف الٹ دیا گیا، اور پھر اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان مٹا دیا، اور گزشتہ قوموں کی طرح یہ بھی اپنی سرکشی کی وجہ سے انجام کو پہنچے۔

(باب 12 سے پہلے اور اس وقت دیکھیں جب عمر بن الخطاب نے گھر کے تقدس کو پامال کیا تھا)

18

شادی سے کے علاوہ جنسی تعلقات

آزادی کے مغربی اور اسلامی تصورات

آزادی کے مغربی اور اسلامی تصورات کے مابین اہم فرق جنسی اور منشیات سے متعلق ہے۔ مغربی ممالک میں جنسی آزادی، ایک فرد کی آزادی کا ایک حصہ ہے اس خیال پر مبنی ہے کہ حکومت کو اس بات کا باقاعدہ حق نہیں ہے کہ ان کے گھر کی رازداری میں دو رضامند بالغوں کے مابین کیا ہوتا ہے، کو پامال کرے۔ آزادی، تعریف کے مطابق، کسی فرد کا یہ حق ہے کہ وہ بغیر کسی روک تھام کے کام کرے جب تک کہ یہ عمل دوسروں کے حقوق میں مداخلت نہیں کرتا ہے۔ دو بالغوں کے مابین رضامندی سے جنسی تعلقات حمل کی شکل میں یا جنسی طور پر منتقل ہونے والی بیماریوں سے ہوسکتے ہیں۔ بدقسمتی سے، ایک ماؤں کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو کبھی کبھی مایوس کن مستقبل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب مستقبل کی اولاد پر برا اثر پڑتا ہے تو، جنسی آزادی جھوٹی آزادی بن جاتی ہے۔ مغربی معاشروں کو بہت ساری معاشرتی بیماریوں کا سامنا ہے، جیسے اسقاط حمل، شادی سے پیدا ہونے والے بچے، ان کے باپوں کا ترک کرنا، ان کے کنبے کا ٹوٹنا، اور جنسی بیماریوں سمیت دیگر مسائل۔ لہذا اسی لئے اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا واضح حکم دیا ہے۔

بالغوں کی لذتیں اور خوشی کا حصول کچھ گھرانوں میں بچوں کے حقوق کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ جو خواتین اور بچوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے بالآخر اس کا خاتمہ ہوگا۔ آزادی کے عمل کے مغربی تجربے کی روشنی میں، ترقی پذیر اسلامی معاشروں کے پاس سب سے اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ سیکولر معاشروں کی لپیٹ میں آنے والی معاشرتی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کو کیسے گلے لگائے۔

تاریخی جائزہ

اسلام سے پہلے کے عرب میں، شادی سے باہر جنسی تعلقات ایک معمول تھا، جس طرح آج کل بہت سارے معاشروں میں ہے۔ اسلام شاید وہ واحد بڑا مذہب ہے جس نے شادی سے باہر جنسی تعلقات کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔ جنسی سرگرمیوں پر اس طرح کی پابندی کا مقصد بچوں کے حقوق کا تحفظ اور خواتین کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی سے بچنا ہے۔

جیسا کہ مغرب میں سمجھا جاتا ہے، جنسی آزادی انفرادی آزادی کا ایک حصہ ہے جو اس خیال پر مبنی ہے کہ حکومت کو اس بات کا باقاعدہ حق نہیں ہے کہ دو رضامند بالغوں کے مابین کیا ہوتا ہے۔ غیر محدود جنسی آزادی کے حامی اپنے انوکھے جنسی تعلقات کو فروغ دینے اور اس کا اظہار کرنا تمام افراد

کا حق سمجھتے ہیں۔ زنا کرنا ایک معمول ہے، اور زنا کو ایک بر خاستگی کے طور پر برداشت کیا جاتا ہے اور اب اسے ایک بدنما داغ نہیں سمجھا جاتا۔ کچھ لوگ حامی زندگی کے نعرے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں اور اسقاط حمل کو "قتل" قرار دینے جیسے خوفناک حربے استعمال کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ایک ہی وقت میں اسقاط حمل کے مرتکب خواتین کے لئے کسی بھی سزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ منطقی اور اخلاقی طور پر متضاد حیثیت ہے۔ میڈیا اور زندگی کے حامی ہجوم شاذونادر ہی اس مسئلے کی اصل وجہ کا مقابلہ کرتے ہیں، جو شادی سے باہر کا جنسی تعلق ہے۔

غیر محفوظ جنسی تعلقات ناپسندیدہ حمل کا باعث بن سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں شادی سے باہر کی پیدائشیں، اسقاط حمل یا جنسی طور پر منتقل ہونے والے انفیکشن (ایس ٹی آئی) ہو جاتے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ میں شادی سے پہلے کی پیدائشیں

- امریکہ میں ہر سال ساٹھ لاکھ خواتین حاملہ ہوتی ہیں۔ ان حملات میں سے 63 فیصد زندہ پیدائش، 22 فیصد اسقاط حمل اور باقی ماندہ اسقاط حمل کے نتیجے میں ہوتے ہیں۔
- تمام حملات کا تقریبا 15 فیصد اسقاط حمل سے ہوتا ہے۔ جینیاتی خرابی کی وجہ سے اکثر جنین قابل عمل نہیں ہوتا ہے۔ اسقاط حمل فطرت کا ایک بڑا طریقہ ہے جس میں بچوں کی پیدائش کو محدود کرنا ہے۔
- امریکہ میں ہر سال تقریبا 30 لاکھ غیر ارادتا حمل ہوتے ہیں۔ 47 فیصد اسقاط حمل کے ذریعے ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ اسقاط حمل کرنے والی 80 فیصد خواتین غیر شادی شدہ ہیں۔ ہر سال ایک ملین سے زیادہ اسقاط حمل کے باوجود، ریاستہائے متحدہ میں تمام بچوں میں سے 40 فیصد شادی سے پیدا ہوتے ہیں، جبکہ 1960 میں صرف 5 فیصد تھا۔ شادی کے بعد بچوں کی پیدائش آہستہ آہستہ ایک استثناء کی بجائے معمول بنتی جا رہی ہے۔
- افریقی امریکیوں میں، 70 فیصد بچے اکیلی خواتین میں پیدا ہوئے ہیں۔ 1965 میں یہ تعداد 26 فیصد تھی۔
- لاطینیوں کے تقریبا 40 فیصد بچے غیر شادی شدہ خواتین میں پیدا ہوتے ہیں۔
- چار میں سے ایک بچہ اکیلی سفید فام خواتین کا پیدا ہوتا ہے۔ 1960 میں، یہ 2 فیصد تھا۔
- ایک اندازے کے مطابق ہر سال عصمت دری اور عصمت دری کے نتیجے میں دس ہزار سے پندرہ ہزار اسقاط حمل کیے جاتے ہیں۔
- اب امریکہ کے تقریبا ایک تہائی بچے واحد والدین کے گھروں میں رہتے ہیں۔

دیگر مغربی معاشروں میں شادی سے پہلے کی پیدائشیں

1960 سے 2000 کے درمیان، کینیڈا میں شادی سے پہلے کی پیدائش 4 فیصد سے 31 فیصد، برطانیہ میں 5 فیصد سے 38 فیصد اور فرانس میں 6 فیصد سے 36 فیصد تک بڑھ گئی۔

شادی سے پیدا ہونے والے بچوں کا رجحان صرف اخلاقی مسئلہ ہی نہیں ہے، بلکہ اس سے متعدد تنہاماؤں اور ان کے بچوں پر بھی سماجی و اقتصادی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ اکثر پسماندہ بچے دو والدین، مستحکم گھرانوں میں پیدا ہونے والے بچوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے کی پستیاں ان پہ ہوتی ہیں۔

بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ دو والدین اور ایک مستحکم اور پیار کرنے والا کنبہ رکھنا ہر بچے کا حق ہے۔ جب بچے شادی سے پہلے پیدا ہوتے ہیں تو، بہت سارے حیاتیاتی باپ اپنی ذمہ داری سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یہ غیر ذمہ دار سپرم ڈونرز اپنے عمل کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، اور وہ کچھ ایسے نر جانوروں کی طرح پیش آتے ہیں جو ایک عورت سے دوسری عورت پر منتقل ہوتے ہیں۔ حیاتیات سے رابطہ کٹ جاتا ہے اور بچے حقیقت میں یتیم ہو جاتے ہیں۔ اکیلی ماؤں، نانا، نانی، اور ماں کے دوسرے رشتہ دار بچے کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ کم از کم ایسی تنہامائیں جو اپنے بچوں کی محبت سے دیکھ بھال کرتی ہیں وہ اپنے بچوں کو ترک نہ کرتے ہوئے اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کرتی ہیں جیسا کہ بہت سارے باپ کرتے ہیں۔

غیر حاضر باپ، کھوئے ہوئے بیٹے اور بیٹیاں

ناجائزی کے بڑھتے ہوئے تناسب اور جیل کی آبادی میں اضافے کے مابین مضبوط تعلق ہے۔ ناکافی والدین جرائم میں نوعمر ملوث ہونے کا ایک سب سے مضبوط سبب ہیں۔ تنہاماں گھروں میں بڑھے ہوئے بچوں کی جیل میں نوجوانوں کی قید کی شرح نمایاں طور پر زیادہ ہے۔ ٹوٹے ہوئے گھرانوں کے بچوں کو زیادتی، بد سلوکی اور جذباتی پریشانیوں، کم تعلیمی کامیابی اور منشیات کے استعمال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محفوظ گھرانوں کے بچوں کے مقابلے میں غیر فعال گھروں سے بچوں میں چوری، شرابی اور تشدد جیسے مسائل کے رویوں میں اضافے کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔

مصائب کا حلقہ

بالغ لڑکیاں جو باپ کے بغیر بڑھتی ہیں وہ پہلے جنسی طور پر متحرک ہو جاتی ہیں اور زیادہ جنسی شراکت دار ہوتی ہیں۔ نان کنٹیکٹ فیمیلیز کے بچے شادی سے باہر بچوں کے امکان سے تین گنا زیادہ ہوتے ہیں، اور اس طرح بدحالی کا دائرہ اگلی نسل تک وسیع ہو جاتا ہے۔

بچوں کی اموات کی سب سے بڑی وجہ بچوں سے زیادتی ہے۔ خطرے کے عوامل میں غربت کے علاوہ گھر میں باپ کے علاوہ کسی بالغ مرد کی موجودگی شامل ہے۔ یہ ماں کا بوائے فرینڈ یا کوئی رشتہ دار ہو سکتا ہے جو بد سلوکی کا ذمہ دار ہے۔ کسی بھی اسپتال کے ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ میں، جسمانی اور جنسی استحصال کا نشانہ بننے والے بچے عام نظر آتے ہیں۔

غربت سے متاثرہ

مذکورہ اعداد و شمار سے یہ بات واضح ہے کہ جب مغربی معاشرے کم دولت مند تھے، تو ناجائز ہونے کی شرح بہت کم تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنہا ماؤں کے ہاں پیدائش کے بڑھتے ہوئے رجحان سے غربت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بچوں اور

خواتین میں غربت کی بنیادی وجہ شادی کے عمل کی فرسودگی اور واحد ماں، خاندانوں میں اضافہ ہی ہے۔ غیر شادی شدہ خاندانوں میں پرورش پانے والے بچوں کے مقابلے میں، غیر شادی شدہ ماؤں کی پرورش پانے والے بچوں کے غریب ہونے کا امکان سات گنا زیادہ ہوتا ہے۔

حکومت کا کردار

حکومت ایک فراہم کنندہ کے طور پر والد کا کردار ادا کرتی ہے اور غربت میں زندگی گزارنے والے بچوں کی پرورش کے لئے بہت سارے اخراجات کا خیال رکھتی ہے۔ امریکی حکومت نے ان بدقسمت بچوں اور اکیلی ماؤں کو مفت کھانا، طبی دیکھ بھال اور دیگر خدمات کی فراہمی کے لئے سالانہ اربوں ڈالر کی لاگت سے بہت سارے پروگرام قائم کیے ہیں۔ لیکن ان بچوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند بڑھوتری کی، کھانے، پناہ گاہ اور لباس سے کہیں زیادہ کی ضرورت ہے۔ غیر شادی شدہ ماؤں کو امداد فراہم کرنے سے، حکومت غیر ذمہ دارانہ سلوک کو بالواسطہ طور پر فائدہ دے رہی ہے۔ کچھ نوجوان خواتین مختلف باپوں سے اولاد لیتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر حکومت اپنی مدد سے دستبرداری کرتی ہے تو غریب بچوں کو تکلیف ہوگی۔ اس مخمصے کا کوئی آسان حل نہیں ہے۔ غالب سیکولر اور مذہبی ادارے کوئی حل فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ عام طور پر، لبرلز تمام بیماریوں کے لئے غربت کا الزام لگاتے ہیں، جن کی حقائق کی حمایت نہیں کی جاسکتی ہے، اور اسقاط حمل کا حق عورت کے حق کے خلاف قدامت پسندوں کی ریل ہے۔ اگر اسقاط حمل کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے تو اس کے نتیجے میں اس سے بھی زیادہ غیر قانونی بچے کی اور زیادہ تکلیف ہوگی۔ اس طرح کے بچوں کو مفت جنسی سرگرمی کے نتیجے میں ہونے والے منفی نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جھوٹی آزادی اور خواتین کی توہین

انسان کے بنائے گئے معاشرے، ریاستہائے متحدہ امریکہ کے پاس یہودی بستیوں میں رہنے والے بچوں کے ساتھ زیادہ تر غیر شادی شدہ خواتین کی مستقل ایک جماعت ہے۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کے ساتھ برتاؤ والا سلوک ترک اور زیادتی کی بنیادی وجہ ہے۔ خواتین کو خوشی کے لئے جنسی اشیاء کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن زندگی میں مساوی شراکت دار ہونے کا وقار نہیں دیا گیا۔ یہ دو لوگوں کی طرف سے اخلاقی جرم ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ اولاد پیدا کرنے کے لئے پائیدار، قانونی عہد نہیں کرسکتے اور اس طرح اسے اس کے حقوق سے محروم کردیتے ہیں۔ تاہم، سب سے بڑا جرم معاشرے کی اپنے بچوں کے خزانے اور حفاظت میں ناکامی ہے۔

آزادی افراد کا حق ہے جب تک کہ وہ ان کے کاموں سے دوسروں کے حقوق میں مداخلت نہ کریں تب تک بغیر کسی روک تھام کے کام کریں۔ بچوں کے حقوق کی قیمت پر بالغوں کے جنسی لذتوں کا تجربہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ایسی آزادی ایک جھوٹی آزادی ہے۔

کیا اسلام میں ایک ناقابل حل جنین کے اسقاط حمل کو قتل سمجھا جاتا ہے؟ جی ہاں، لیکن یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے فدیہ کی ضرورت ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ دو خواتین آپس میں لڑ رہی تھیں اور ان میں سے ایک نے دوسری پر پتھر پھینک دیا جس کی وجہ سے اس کا اسقاط حمل ہوا۔ نبی ﷺ نے فیصلہ دیا کہ جنین کے قاتل کو ایک غلام آزاد کرنا چاہئے۔

طویل مدتی نتائج

ایک یورپی عورت کی شرح اوسطا 1.4 بچوں تک کم ہوگئی ہے، موجودہ آبادی کو تبدیل کرنے کے لئے صرف 2.1 کی ضرورت ہے۔ آج بہت سے یورپی ممالک میں، پیدائشوں سے زیادہ دفن ہیں۔ روس میں ہر تین میں سے دو حمل پیدائش سے پہلے ہی ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ روسی خواتین اوسطا 2.5 سے 4 اسقاط حمل کرتی ہیں، اور روس کی شرح اموات شرح پیدائش سے 70 فیصد زیادہ ہے۔ اس صدی کے آخر تک انگریز عوام اپنے ہی ملک میں اقلیت بن جائیں گے۔ اب تمام جاپانی خواتین میں سے نصف سے زیادہ خواتین ہی کنواری ہیں اور بہت سوں نے شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کے نظریے کو ترک کر دیا ہے۔ اٹلی کی پیدائش پچیس سالوں سے متبادل سطح سے نیچے ہے۔ ہسپانوی پیدائش تمام یورپ میں سب سے کم ہے۔

پیٹرک بوچنان کی کتاب "مغرب کی موت "کا ایک حوالہ مندرجہ ذیل ہے" : آج، ایک عُمر، مر جانے والی عیسائی مغرب تیسری دنیا اور اسلامی دنیا پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ مانع حمل، اسقاط حمل اور نس بندی کو جس طرح مغرب نے قبول کیا ہے، قبول کریں۔ لیکن جب ہمارے چلے جانے کے بعد وہ زمین کے وارث ہونے کے لئے موجود ہوں تو وہ ہمارے ساتھ خود کشی کا معاہدہ کیوں کریں گے ؟"۔

یہ داعش یا القائدہ نہیں ہے جو مغربی تسلط کو ختم کر دے گا بلکہ ان کا اپنا رویہ" میں سب سے پہلے "بچوں کی دلچسپی کی قیمت پر یہ سب مغربی تسلط کو ختم کر دے گا۔

ہم مسلمانوں کو مغرب سے سبق سیکھنا چاہئے اور ایسی اخلاقی اور معاشرتی آفات کو معاشرے میں داخل ہونے سے روکنا چاہئے۔ یہ مسلم مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں خواتین اور بچوں کی فراہمی، حفاظت اور ان کی حفاظت کریں اور ان کے ساتھ وقار اور احترام سے پیش آئیں۔

اجتناب یا "یک زوجی"

مذکورہ بالا تمام پریشانیوں کو روکنے کے لئے، یک زوجی، یا پیدائش پر قابو پانے کے موثر طریقوں کے استعمال سے روکا جاسکتا ہے۔ جو لوگ جنسی سلوک پر سمجھدار پابندیوں پر یقین رکھتے ہیں انہیں دوسرے القابات کے علاوہ جنسی طور پر جابرانہ اور وحشی کہا جاتا ہے۔ یکجہتی کا طرز عمل آپ کے بھلائی کے لئے ہے، اور اگر آپ کسی جابرانہ طرز زندگی پر عمل پیرا ہیں تو وہ آپ کے نقصان کے لئے ہے۔

جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے اچھا کرے گا، جو بدی کرے گا اُس کا وبال اُسی پر ہو گا، اور تیرا ربّ اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔(41:46)

جنسی بیماریاں

جنسی سرگرمی کا ابتدائی آغاز اور متعدد جنسی شراکت داروں کے انداز نے جنسی بیماریوں کی اعلی شرح کا آغاز کیا۔ تمام نوجوان امریکیوں میں سے نصف پچیس سال کی عمر تک جنسی بیماریوں سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ جنسی بیماریوں (ایس ٹی ڈی،) ایڈز کے استثنا کے ساتھ، مردوں میں خواتین کے مقابلے

میں زیادہ شدید پیچیدگیاں پیدا کرتی ہیں۔ بڑھتی ہوئی جنین کے لئے ایس ٹی ڈی کے اثرات تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ ایس ٹی ڈی کی طویل مدتی پیچیدگیوں میں کینسر، ایکٹوپک حمل، حمل سے متعلق دیگر امور، اور نوزائیدہ یا نوزائیدہ نوزائیدہ بچوں میں سنگین یا مہلک انفیکشن کی ترسیل شامل ہیں۔

کچھ ایس ٹی ڈی لاعلاج ہیں، اور کچھ مہلک ہیں۔ ایک معاملہ یہ ہے کہ ایڈز (ایکوائرڈ امیونوڈ فیسییسی سنڈروم) ہے، جو ایک انسانی امیونو وائرس (ایچ آئی وی) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایڈز نے برصغیر افریقہ کو تباہ کر دیا ہے، جہاں بہت سارے بالغ افراد ایڈز سے مر گئے ہیں، ان کے بچے اپنے آپ کو بچانے کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

ماؤں کا منشیات کا استعمال

یہ صرف ہمیشہ باپ نہیں ہوتے جو اپنے بچوں کی تکلیف کا ذمہ دار ہیں۔ کچھ خواتین حمل کے دوران شراب اور منشیات کا استعمال کرتی ہیں، جو بچوں کے جنین کو ناقابل تلافی دماغی نقصان پہنچاتا ہے، بغیر کسی قانونی نتائج کے بچوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

جنس کا الگ ہونا

نبی ﷺ نے فرمایا، "وہ عورت جو کسی بچے کو اپنے خاندان میں لائے جو اس کا نہیں ہے، اس کا خدا سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور خدا اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ " اسی طرح، "جو شخص اپنے بچے کی ولدیت سے انکار کرتا ہے وہ قیامت کے دن کبھی بھی خدا کو نہیں دیکھ سکے گا اور خدا اسے تمام انسانوں کے سامنے ذلیل کر دے گا۔"

زیادہ تر مسلمان مغرب میں کنبے کے ٹوٹنے کے پریشان کن رجحانات کو مغرب کے "زوال پذیر "طریقوں پر عمل نہ کرنے کی تنبیہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے، اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان تمام مثبت اقدار کو مسترد کر دیں جنھوں نے مغرب کو مثالی بنا دیا ہے۔ جنسی تعلقات کو الگ کرنے کی دلیل ایک مسلمان کے ذہن میں مندرجہ ذیل ہے، اگرچہ یہ بات شاذ و نادر ہی بیان کی جاتی ہے کیونکہ سیکس اب بھی ایک بڑی ممنوع چیز ہے : چونکہ شادی سے پہلے اور غیر شادی سے متعلق جنسی تعلقات اسقاط حمل اور شادی سے باہر کی پیدائشوں کا سبب ہیں، روک تھام کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہم جنسوں کے اختلاط سے گریز کریں۔ جب خواتین گھر سے باہر جاتی ہیں تو انہیں سر سے پیر تک ڈھانپنا چاہئے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت نبی ﷺ کے زمانے میں رائج احکامات و قوانین سے دور ہو چکی ہے۔